بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ولی عہدی

مرتبہ

محمد ادریس ہاشمی ایم۔ اے

ناشر

مکتبہ یادگار معاویہ

چوک مدینہ، المدد پاک کالونی، راوی روڈ، لاہور

باراول — مارچ ۱۹۸۶ء

تعداد — ایک ہزار

قیمت — ۱۰/ روپے

ناشر — مکتبہ یادگار معاویہ

مطبوعہ — حمزہ پرنٹنگ ایجنسی

ملنے کا پتہ

مکتبہ یادگار معاویہ • چوک مدینہ المدد پاک کالونی

عقب ٹمبر مارکیٹ راوی روڈ • لاہور نمبر ۵

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

سببِ تالیف

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

وجہ تالیف اس کتابچہ کی یہ ہے
کہ مورخہ ۱۵ جولائی ۱۹۸۱ء کے نوائے وقت میں چوہدری محمد حسین چیمہ صاحب کا ایک انٹرویو بعنوان "اسلام کا شورائی نظام پارلیمانی نظام سے مطابقت رکھتا ہے"۔ جناب محمد اشرف صاحب کی تحریر میں شائع ہوا۔ اس سلسلہ میں ایڈیٹر نوائے وقت کے نام پمفلٹ موسومہ "اسلامی نظام حکومت" روانہ کیا۔ اور ساتھ ہی جناب چیمہ صاحب کے ایک فرمان خاص جو اخبار میں اس طرح شائع ہوا ہے۔

"بنو امیہ کی پہلی بدعت خلیفہ کی نامزدگی تھی۔ اس کو ختم کرنے اور صحیح اسلامی طریقۂ انتخاب جاری وساری رکھنے کے لئے سید الشہداء حضرت امام حسین ؓ نے شہادت پیش کرنے کو ترجیح دی"۔ کے متعلق ایک مختصر وضاحتی خط روانہ کیا۔ مگر یہ خط بوجوہ شائع نہ ہو سکا۔ بدقسمتی سے ہمارے ملک کا پریس اور خاص طور پر نوائے وقت بھی اپنے تمام تر آزادیٔ صحافت کے دعوے کے باوجود مخصوص نقطۂ نظر

کا اسیر ہے۔ جس سے ہٹ کر وہ دوسرے نقطۂ نظر کو شائع کرنے کی جراٗت نہیں رکھتا ہے۔ دور بنو امیہ جو اسلامی تاریخ کا تابناک دور ہے۔ (جسے عجمی اور خاص نقطۂ نظر کے مورخوں نے دھندلانے کی بھرپور شعوری کوشش کی۔ مگر اس کے باوجود وہ اسے تاریخ کے اوراق سے محو نہ کر سکے۔ اگرچہ وہ اس پر گرد اڑانے میں ضرور کامیاب ہو گئے ہیں) اس سنہری دور کے بارے میں ہمیشہ نوائے وقت میں غلط، بے سروپا، لغو اور جھوٹی داستان سرائی کی باتیں چھپتی رہتی ہیں۔ اس طرح اس سنہری دور کے بارے میں غلط باتیں تو نوائے وقت میں شائع ہو کر عوام الناس کی فکری کجروی کا باعث بنتی ہیں۔ مگر سچی باتیں کیونکہ نوائے وقت کے ارباب بست و کشاد کے فکری رجحان سے مطابقت نہیں رکھتی ہیں اور ساتھ ہی کاروباری مفادات پر بھی زد پڑنے کا اندیشہ ہوتا ہے اس لئے وہ اس کے صفحات میں جگہ نہیں پا سکتی ہیں۔

چھٹہ صاحب نے اپنے خیالات کو تاریخ کے حوالے سے پیش کیا ہے۔ اور یہ بھی یہ خالص تاریخی موضوع اس لئے راقم الحروف نے بھی اس موضوع پر تاریخی نقطۂ نظر سے حقائق پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ ویسے تو موصوف کے مضمون میں بہت سے نکات پر قلم اٹھانے کی گنجائش ہے۔ مگر میں اس وقت صرف ایک

ہی موضوع پر گزارشات پیش کروں گا۔ اور وہ موضوع ہے۔ "خلیفہ کی نامزدگی"

امیرالمومنین امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اقلیم امامت وخلافت کے چھٹے تاجدار ہیں۔ اپنی زندگی ہی میں صحابہؓ کرام کے مشورہ سے امت کی فلاح وبہبود کے لئے اپنے لائق، نیکوکار، عابد و زاہد، امیرالمجاہدین، امیرالحجاج، سنت رسول کے شیدائی، صالح اور خوب صورت وخوب سیرت فرزند امیرالمومنین یزید رحمۃ اللہ علیہ کو ولیعہد خلافت نامزد کر دیا تھا۔ تاکہ ان فتنہ پرور لوگوں کی طرف سے (جو حضرت حسنؓ کے امر خلافت امیرالمومنین امیر معاویہؓ کے سپرد کرنے خلاف تھے۔ اور جنہوں نے حضرت حسنؓ کے بعارضہ پیچش انتقال پر حضرت حسینؓ کے نام تعزیتی خطوط میں انہیں حصول خلافت کی جدوجہد میں اپنی طرف سے بھرپور اور مکمل تعاون کا یقین دلایا تھا) کسی قسم کے از سر نو فتنہ و فساد اور امت میں انتشار و قتال کے ممکنہ خطرے کا سدباب ہو سکے۔

حالات کی ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ حضرت امیر معاویہؓ اور ان کے رفقاء کار صحابہ و تابعین نے جو قدم امت کی خیر و فلاح کی خاطر اٹھایا۔ اسے ہی لوگوں نے ان کی ذات پر کیچڑ اچھالنے کے لئے استعمال کیا۔ حالانکہ انہوں نے جو کچھ کیا وہ اس سے پہلے ہو چکا تھا۔ نامزدگی کا جواز حضرت ابوبکر

صدیق رضی اللہ عنہ کے طرز عمل سے اور باپ کے بعد بیٹے کا خلافت پر آنا یہ حضرت علیؓ کے طرز عمل سے پہلے وقوع پذیر ہو چکا تھا۔ حضرت امیر معاویہؓ کے معاملہ میں یہ دونوں چیزیں یک جا ہو گئیں۔ بہرحال جنت الفردوس میں حضرت امیر معاویہؓ کی روح کا جب سیدنا ابوبکرؓ و علیؓ کی روحوں سے ملاپ ہوتا ہو گا۔ تو روح معاویہؓ ضرور یہ کہتی ہو گی۔

تمہاری زلف میں پہنچی تو حسن کہلائی
وہ تیرگی جو میرے نامۂ سیاہ میں تھی

محمد ادریس ہاشمی
قصر معاویہؓ۔ علی سٹریٹ
نبی پارک۔ راوی روڈ لاہور
۱۰، اگست ۱۹۸۱ء

تقریظ:-

از قلم المحقق الشہیر علامہ السید حکیم فیض عالم صدیقی صاحب آف جہلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

امت مسلمہ کی بد نصیبی اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ قرن اول کے ۳۴ سیرت نویسوں اور مورخوں میں سے تیس کے قریب، ان عجمی غلاموں کی اولاد تھے۔ جو خلافت فاروقی میں سیدنا سعد بن ابی وقاصؓ سیدنا مثنیٰ شیبانی اور ابو عبیدہ بن الجراحؓ کے ہاتھوں پے در پے ہزیمتیں اٹھا کر آخر کار سیدنا عثمانؓ ابن عفانؓ کی خلافت کے دوران صفحہ ہستی سے ہی ملیامیٹ ہو گئے۔ ان برائے نام مسلمان عجمی مورخوں نے نہایت ہوشیاری۔ عیاری اور ریاکاری سے اسلامی تاریخ کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا۔ اور عوامی ذہن کے مذہبی اجارہ دار جن کے پیش نظر صرف تنور شکم کے لئے ایندھن فراہم کرنا تھا۔ مکھی پر مکھی مارتے چلے گئے۔ دُور نہ جائیے میں آپ کے سامنے ایک موٹی سی مثال پیش کرتا ہوں۔

حجاز کے ایک مشہور عالم عبد الحمید خطیب جو مکہ معظمہ کے دار العلوم میں مدرس بھی رہتے۔ پھر

اکرم کو ابوطالب نے یہ کہہ کر رشتہ دینے سے انکار کر دیا تھا۔ الکویم یکافی الکویم۔

تاریخی بے اعتدالیوں کی فہرست طویل ہے۔ الحواب کے چشمہ کے قریب ام زمل سلمہ حضرت خالد سیف اللہ کے ہاتھوں قتل ہوئی۔ مگر یاران سرپل نے یہ واقعہ صدیقہ کائنات کے سر منڈھ دیا۔ خیبر کا پہلوان مرحب سیدنا محمد بن مسلمہؓ کے ہاتھوں قتل ہوا۔ مگر محمد بن مسلمہؓ کا کریڈٹ سیدنا علیؓ کے کھاتے ڈال دیا۔ فتح مکہ کے روز حضور اکرمؐ کے ساتھ ناقہ پر علیؓ بن زینبؓ بنت رسول اللہؐ سوار تھے۔ اور انہی کے ہاتھوں کعبہ کے بت ٹوٹے تھے۔ مگر یہ سعادت بھی سیدنا علیؓ بن ابوطالب کے نام لکھ دی گئی۔ حضورؐ کے کفیل آپ کے تایا زبیر بن عبدالمطلب تھے۔ مگر یہاں ابوطالب جیسے محتاج کو حضورؐ کا کفیل بنا دیا گیا۔ مکہ کے مضافات میں بیسیوں گھاٹیاں آج بھی موجود ہیں۔ جو اس وقت مختلف قبائل کی ملکیت تھیں۔ جو گھاٹی ہاشم کی ملکیت تھی وہ شعب بنو ہاشم کے نام سے موسوم تھی۔ مگر ہماری تاریخوں میں وہ شعب ابوطالب کے نام سے موسوم کی گئی ہے۔

حضور اکرمؐ کا ارشاد بخاری شریف کی روایت کے مطابق ہمارے سامنے موجود ہے کہ غزوہ موتہ میں

سیف اللہ خالدؓ کو اللہ تعالیٰ نے فتح بخشی۔ مگر عجمی مورخین کا کہنا ہے کہ خالدؓ بحفاظت وہاں سے اسلامی لشکر کو بچا کرلے آئے۔

سیدنا حسینؓ کے متعلق ہر فرقہ کی کتب میں موجود ہے کہ مسلم بن عقیل کے قتل کی خبر سن کر آپ نے اپنے موقف سے رجوع فرما کر یہ اعلان فرمایا تھا۔

"مجھے واپس جانے دیا جائے۔ یا مجھے ترکوں کی سرحدات کی طرف نکل جانے دیا جائے۔ اور یا یزید کے پاس جانے دیا جائے۔ کہ میں اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دوں۔ وہ میرے چچا کا بیٹا ہے۔ پھر وہ جو میرے لئے پسند کرے مجھے منظور ہے۔"

مگر آج تک اس حقیقت کو ہماری نظروں سے اوجھل رکھنے کے لئے لاکھوں صفحات سیاہ کئے جا رہے ہیں۔

تطہیر تاریخ کا کام امام ابن تیمیہؒ اور ابن عربیؒ کے ہاتھوں شروع ہوا۔ اوّل الذکر پر ملاّ اپنی پچھلیاں کٹکٹا کر حملہ آور ہوا۔ وقت گزرتا رہا اور عجمی اثرات سے مرعوب ذہنوں نے پھر وہی حربے آزمانے شروع کر دیئے۔ ماضی قریب میں حیرت دہلوی، شاہ عبدالعزیزؒ۔ نواب محسن الملک اور محمود احمد عباسی

مرحوم نے یہ کام سنبھالا۔ صالح روحوں نے ان کی آواز پر لبیک کہا۔ اور وہ اس وقت ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح ڈٹ گئے۔ اسی فوج ظفر موج کے ایک جانباز سپاہی السید محمد ادریس ہاشمی ایم اے ہیں۔ جو بیک وقت اغیار کے علاوہ اپنے ان حقائق سے بے خبر ابرار سے بھی پنجہ کش نظر آتے ہیں۔ جو اغیار کے دام ہمرنگ دلائل میں پھنسے ہوئے ہیں۔

زیر نظر کتاب "مسئلہ ولی عہدی" میں موصوف نے اغیار کی اس گھناؤنی سازش کے چہرہ سے نقاب کشائی کی ہے۔ جس نے امت مسلمہ کے اچھے خاصے بزعم خویش معروف معنوں میں علماء کی "مت مار" کر رکھ دی ہے۔

یہ تفصیل قارئین زیر نظر کتاب کے صفحات میں دیکھیں گے۔ میں صرف چند اشارات پر اکتفا کرتا ہوں۔

دنیا کی تاریخ میں یہ واحد مثال ہے کہ اس دور کے عظیم فاتح۔ جرنیل۔ مدبر اور سیاستدان سیدنا مغیرہؓ بن شعبہؓ نے ساٹھ لاکھ مربع میل پر پھیلی ہوئی وسیع سلطنت میں بسنے والے ہر فکر کے لوگوں کے اذہان، افکار، کردار اور افتاد

طبع کا گہرے غور و فکر سے مطالعہ کرنے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا کہ اگر مملکت اسلامیہ کو مستقبل میں پیش آنے والے اندرونی و بیرونی خطرات سے محفوظ رکھنے کا کوئی طریقہ ہو سکتا ہے۔ تو وہ یہ ہے کہ مستقبل میں ہونے والے خلیفہ کا اعلان کر دیا جائے۔ اور وہ ایسی شخصیت ہو۔ جو علم، تدبر، شجاعت، سخاوت میں بے مثل ہو۔ جس کی شخصیت تمام عالم اسلام میں جانی پہچانی ہو۔ جس کی جلوت و خلوت کی زندگی سب کے سامنے ہو۔ جس کا نام سن کر ہی اغیار اپنی تخریبانہ بحث و بیز بھول جائیں۔

امت مسلمہ پر اس شخص (سیدنا مغیرہ بن شعبہؓ) کا یہ احسان عظیم تھا۔ جس نے قبل از وقت ہی نہایت دور اندیشی سے مستقبل میں متوقع بغاوتوں، خروجوں، شرارتوں۔ ریشہ دوانیوں اور جفاؤں کے سر چشمے بند کر دینے کا فیصلہ کیا۔

۵۶ھ میں سیدنا مغیرہ بن شعبہؓ نے یہ تجویز امیر المومنین امیر معاویہؓ کے سامنے پیش کی کہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں۔ آپ اپنی زندگی ہی میں اپنے جوانمرد بیٹے یزیدؒ کی ولی عہدی کا اعلان فرما دیں۔ تاکہ جو ناپختہ ذہن مستقبل میں خلیفہ بننے کی آس لگائے

بیٹھے ہیں۔ عوام کو ایک حتمی فیصلہ پر مجتمع دیکھ کر خود بخود اپنے مقام ختم ہو کر رہ جائیں گے۔ اور امت ایک بڑی خانہ جنگی سے محفوظ ہو جائے گی۔ امیر المؤمنین سیدنا امیر معاویہؓ نے ٹھنڈے دل سے یہ تجویز سنی اور کسی ردعمل کا اظہار نہ کیا۔ سیدنا مغیرؓ بن شعبہؓ کی آواز صدائے بازگشت نے تمام مملکت اسلامیہ میں ایک گونج سی پیدا کر دی۔ امیر المؤمنین کے کانوں تک مختلف مقامات سے یہ آواز پہنچتی رہی۔ اور آخر جب آپ نے دیکھا کہ تمام عالم اسلام امیر یزیدؒ کی ولی عہدی پر متفق ہو چکا ہے۔ تو آپ نے اس کا اعلان پھر بھی نہ کیا۔ بلکہ ۵۶ھ میں حج سے فارغ ہو کر دمشق جاتے ہوئے مدینہ الرسول میں حاضری دینے کے بعد اکابرین مدینہ کو طلب کر کے ان کے سامنے یہ تجویز پیش کی۔ جب ہر طرف سے تائیدی آوازیں سنیں تو آپ نے یزیدؒ کی ولی عہدی کا اعلان کر دیا۔ اس کے بعد آپ چار سال تک زندہ رہے۔ مگر ملک کے کسی گوشہ سے فرد واحد نے آپ کے اس اعلان کے خلاف آواز نہ اٹھائی۔

یہ تمام تفصیل قارئین کرام فاضل مؤلف کی زیر نظر تالیف میں دیکھیں گے۔ آج جو لوگ اپنی کم علمی بے بصیرتی

اور عدم واقفیت کی وجہ سے امیر معاویہؓ کو مورد
الزام ٹھہراتے ہیں۔ ان ذہنی مفلسوں کو اس بات
کا کیا علم ہو سکتا ہے۔ کہ اگر امیر معاویہؓ امیر یزید
کو ولی عہد نامزد نہ کرتے۔ تو آپ کی آنکھیں بند
ہوتے ہی پورا عالم اسلام خانہ جنگی اور انتشار
کا شکار ہو کر لاکھوں فرزندان توحید کو ایک
دوسرے کے گلے کاٹنے کی طرف دھکیل دیتا۔
اپنے جانشین کی نامزدگی (اشارۃً) تو خود
رسول اکرمؐ نے فرما دی تھی۔ اور حضورؐ کے بعد
صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ نے بھی نامزدگی ہی
فرمائی۔ رہا سوال بیٹے کو نامزد کرنے کا۔ تو بعض
روایات کے مطابق سیدنا علیؓ نے اپنے بعد
سیدنا حسنؓ کو نامزد فرما دیا تھا۔ اور بعض روایات
کے مطابق اگر آپ نے سیدنا حسنؓ کو نامزد
نہیں کیا تھا۔ تو جب لوگوں نے پوچھا کہ
کیا ہم آپ کے بعد سیدنا حسنؓ کے ہاتھ پر
بیعت کر لیں۔ تو اگر باپ کے بعد بیٹے کی
جانشینی کوئی قبیح فعل ہوتا تو آپ صاف لفظوں
میں انہیں ایسا کرنے سے روک دیتے۔ ورنہ
امیر المومنین امیر معاویہؓ کے بعد سلطان
عبد الحمید عثمانی کے زمانہ تک جو کچھ ہوتا

رہا وہ سب غیر اسلامی فعل ماننا پڑے گا۔ اور تیرہ سو سال کے تمام علماء کرام کو شریعت اسلامیہ سے بے خبر تسلیم کرنا پڑے گا۔ جو باپ کے بعد بیٹے کی نامزدگی اور جانشینی کو تسلیم کرتے رہے۔ اور ان خلفاء بنو امیہ بنو عباس۔ اور عثمانی خلفاء کے خطبے پڑھتے رہتے۔

(السید) حکیم فیض عالم صدیقی
جامع اہلحدیث جہلم
١١-١-٨٢

از قلم محترم ومکرم حضرت مولانا السید محمد میر رضا صاحب شفیق،

خطیب اعظم پسرور، وامیر جماعت غربا اہلحدیث ضلع سیالکوٹ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترمی ومکرمی جناب حضرت العلام ابو معاویہ

محمد ادریس ہاشمی صاحب،

(ایم۔ اے۔ ایم۔ او۔ ایل۔)

آپ کی زیر نظر تصنیف مسئلہ ولی عہدی کا مسودہ دیکھنے کا موقع ملا۔ ایک دفعہ پڑھنا شروع کیا تو پھر ختم کر کے ہی دم لیا۔ آپ نے مسئلہ ولی عہدی کو قرآن وحدیث اور تاریخ کے آئینہ میں تحریر فرما کر بہت بڑی ملی اور دینی خدمت سرانجام دی ہے۔

برادرم:۔ یہ ہماری بڑی بدنصیبی ہے کہ ہمارے ابتدائی دور کی تاریخ لکھنے والے اکثر مورخ سبائی پروپیگنڈے سے متاثر اور عجمی ذہنیت کے مالک تھے۔ اور انہوں نے اپنی عرب دشمنی اور اسلام سے نفرت کا اظہار اس طرح کیا۔ کہ اسلام کے قرن اولیٰ کی تاریخ لکھتے وقت اس دور کے درخشندہ ستاروں کی سیرت وکردار کے بارے میں سب بے سروپا اور لغو روایات کا اظہار اپنی کتب میں

درج کر دیا۔ جسے بعد کے لوگوں نے اسی طرح اپنی کتب میں درج کر کے چاروں طرف پھیلا دیا۔ چنانچہ انہی مورخوں کی پھیلائی ہوئی بے سر و پا اور من گھڑت روایات کو آج ہمارے علماؤ واعظین کی بھاری اکثریت اپنی تقاریر میں بیان کر کے غیر شعوری طور پر صحابہؓ کی کردار کشی میں مصروف ہے۔ آپ جیسے باہمت افراد کی تطہیری کوشش قابل ستائش ہیں۔

میں نے مسئلہ ولی عہدی کو اوّل تا آخر پڑھا ہے آپ نے کوئی بھی پہلو نظر انداز نہیں کیا۔ بلکہ استشہاد و استنباط سے مفصل وضاحت کر کے گمراہ کن نظریات کی تنقید کی ہے۔

اگر پاکستانی علماء میں ذوق تحقیق ختم نہ ہو چکا ہوتا تو عوام الناس اور خواص دونوں میں جس چابکدستی سے سبائیت اپنے فاسد نظریات پھیلا کر انکے اذہان و قلوب کو مسموم کر رہی ہے۔ اس کے پیش نظر علماء اہلسنت کا یہ فرض تھا کہ وہ اپنے اختلافات کو نظر انداز کر کے اس فتنہ عظیم سے امت کو آگاہ کرتے۔ جس نے اکابر صحابہؓ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے خون سے ہولی کھیلی اور امت مسلمہ میں اختلافات کو جنم دیا۔ علماء امت کا فرض تھا کہ وہ

متحد ہو کر اس فتنہ عظیم کے خلاف جد جہد کرتے۔
مگر افسوس کہ اکثریت نے اپنی تمام علمی کاوشیں اور ذہنی صلاحیتیں آپس کی سر پھٹول میں ضائع کر دیں۔ اور اہل فتنہ کی طرف سے آنکھیں بند کئے بیٹھے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ سادہ لوح عوام الناس سبائی دنیا کی تیار کردہ شرک و بدعات کی بھٹیوں میں کودتے چلے جا رہے ہیں۔

ستم بالائے ستم تو یہ ہے کہ سنی علماء و حاملین جبہ و دستار اغیار کے سُروں میں سُر ملا کر اسی سبائیت کے راگ کو الاپ رہے ہیں۔ اور اس طرح نہ صرف خود گناہ گار ہوتے ہیں۔ بلکہ عوام الناس کو بھی گمراہی کے عمیق گڑھے میں دھکیل رہے ہیں۔ شہادت حسینؓ کے جلسوں اور مجلس عزا میں صرف نام کا ہی فرق ہوتا ہے۔ باقی نفسِ مضمون دونوں طرف ایک ہی ہوتا ہے۔ اس طرح اہلسنت کے یہ جلسے بالواسطہ رفض کی ہی تبلیغ کرتے ہیں۔

اس پر فتن دَور میں آپ نے مسئلہ مذکور کو تحریر کر کے کاتب وحی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صاحبزادے تابعی رحمۃ اللہ علیہ پر کئے گئے اعتراضات اور الزامات کا صحیح اور مثبت انداز میں جم

نقشہ پیش کیا ہے وہ عین کتاب وسنت کی مطابقت وموافقت ہے۔
میری دعا ہے کہ اللہ کریم فاضل مکرم کی محنت کو قبول فرمائے۔ اور اس کے علم سے لوگوں کو مستفید فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

الراقم
(مولانا السید) محمد سرور الشفیق
خطیب جامع اہلحدیث پسرور
ضلع سیالکوٹ
۵-۱۲-۸۱

ازرشحات قلم:-

جناب السید مولانا حسن محمد صاحب خطیب جامع اہلحدیث نوکھر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ امابعد۔

راقم الحروف نے حضرت مولانا السید محمد ادریس ہاشمی فاضل اجل۔ عالم بے بدل دامت فیوضہم کی تصنیف لطیف "مسئلہ ولی عہدی" کو بغور پڑھا۔ اور بے حد محظوظ ہوا۔ ہاشمی صاحب نے دلکش پیرایہ میں کتاب مستطاب کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہوئے دلائل حقہ و براہین ساطعہ سے مزین فرمایا ہے۔ مولانا موصوف کا یہ ایک عظیم کارنامہ ہے۔ جوکہ پوری دنیا میں اپنی نظیر آپ ہے۔ انداز استدلال اور اظہار نتائج کا دلنشین ہونا مولانا کی تحریر کا واضح ثبوت ہے۔

بحمد اللہ تعالیٰ بلا مبالغہ یہ کہنا بے جانہ ہوگا کہ مسئلہ ولی عہدی کے مثبت و منفی پہلو پر محدثانہ فقیہانہ اور مورخانہ انداز سے اصول مسلمہ کی روشنی میں مسکت اور مبنی برانصاف بحث و تمحیص پیش کی ہے۔ وہ نہایت ہی قابل

قدر ہے۔ ہر سنجیدہ مزاج اس سے کما حقہٗ فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ مولانا نے جس مسئلہ پر قلم اٹھایا ہے۔ اسے تشنۂ تکمیل نہیں رہنے دیا۔ یہ ایک سعی جمیل ہے۔ امید واثق ہے کہ اہل علم و دانش اپنے دل و دماغ میں ضرور جگہ دیں گے۔

فجزاہ اللہ عنا و عن سائر متبعی السنہ وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و آلہ واصحابہ اجمعین۔

احقر الانام ابوالغام حسن محمد
خطیب جامع اہلحدیث نوکھر
ضلع گوجرانوالہ
۱۴-۱۲-۸۱

از رشحات قلم :-

جناب السید عبدالستار انصاری ایم، اے
سیکرٹری جماعت غربا اہل حدیث ڈیرہ غازیخاں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ اما بعد۔

جب دین اسلام کے روشن ستارے فرامین مصطفےٰ کو اکٹھا کرنے اور ان کی تشہیر و تبلیغ کے لئے اِن فرامین کو کتابی شکل دے کر خدمت دین کا مقدس فریضہ سرانجام دے رہے تھے۔ تو دوسری طرف یہود و مجوس کے آلہ کار منافقت کے لبادہ میں دین اسلام کی جڑوں کو اکھاڑنے کی کوششوں میں مصروف نظر آتے ہیں۔ اس مقصد کے لئے ان کا زور واقعات کو مسخ کرنے اور اسلام کے شاہکاروں کے بارے میں غلط قسم کے شبہات امت مسلمہ کے بھولے بھالے مسلمانوں کے دلوں میں سمونے پر تھا۔ ان کا یہ کاروبار کچھ اتنی تیزی سے بڑھا کہ نہ صرف عوام الناس میں اس کا زہر غیر محسوس انداز میں سرایت

کر گیا۔ بلکہ تقلیدی ذہن رکھنے والے اہل قلم بھی دانستگی میں اس کا شکار ہوئے۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اسلامی ریاست کی سرحدیں دور دور تک پھیل گئیں۔ تو جہاں صلحائے امت دین اسلام کی تعلیمات لیکر پہنچے وہاں ساتھ ساتھ مذکورہ بالا گروہ کے اراکین بھی اپنی تبلیغ کے لئے صوفیت (باطنی) کا لبادہ اوڑھ کر جا پہنچے۔ (صوفیت میں زیادہ تر اعمال و اقوال کا دار و مدار صوفیا کی زبانی تعلیم پر ہوتا ہے۔ اسلئے تحقیق کا دور دور تک نام نہیں ہوتا۔) اس گروہ میں نہایت عیار اور کایاں شعبدہ بازوں نے اپنی شاطرانہ چالوں سے عوام الناس کے اذہان میں اسلام کے جاں نثاروں کے بارے میں نہایت غلط شبہات کا بیج بو یا۔ جو وقت کے ساتھ تن آور درخت بن گیا۔ جس کی آبیاری ملت اسلامیہ کے تن آسان سلاطین کے سرمایہ اور مقلدانہ ذہن کے قلم سے ہوئی۔

فی زمانہ دور ترقی میں سائنسی ایجادات سے استفادہ بھی زیادہ تر اسی گروہ کے ساتھیوں نے کیا۔ ابلاغ عامہ کے ذرائع جو زیادہ تر عوام کے نفسانی جذبات کی تسکین کو اپنا فرض اوّل گردانتے ہیں

مذہبی معاملات میں بھی انہیں کے جذبات کا احترام
کیا جاتا ہے۔ جو عوام کے لئے رقص و سرود فحاشی
کے پروگراموں میں شریک ہوتے ہیں۔
مذکورہ بالا گروہ اسلامی تعلیمات اور مسلم احساسات
کو مسخ کرنا ہی اپنا فرض اوّل سمجھتا ہے۔ خواہ
اس کے لئے کتنا ہی غلط حربہ استعمال کرنا پڑے۔
یہی وجہ ہے کہ آج اخبار۔ رسائل جرائد۔ ریڈیو اور
ٹیلیویژن وہی کردار ادا کرنے میں مصروف کار
نظر آتے ہیں۔ جس کی بنا پر عوام کے دلوں میں
ملت اسلامیہ کے ان عظیم سپوتوں (جن کی فراست
شرافت اور اسلامی خدمات کی وجہ سے اس دنیا
میں چار سو اسلام کا بول بالا ہوا) کے بارے میں
غلط قسم کے شبہات پروان چڑھتے ہیں۔
اس تحریری اور تقریری پروپیگنڈے کے دور
میں بھی علمائے حق اپنے فرض سے بے خبر نہیں ہیں۔
وسائل کی کمی کے باوجود اہل قلم اسلامی لبادوں میں
ملبوس مجوسیوں۔ نصرانیوں اور یہودیوں کی اس یلغار
کا مقررین اپنی تقاریر کے ذریعے۔ علماء کرام درس
و تدریس اور خطباء حضرات خطبات کے ذریعے
اس زیر زمین اسلام دشمن پروپیگنڈے کا مسکت
دے رہے ہیں۔ (جس کا پہلا شکار صہر رسول ﷺ و

داماد علیؓ سیدنا عمر بن خطاب ہوئے۔ پھر داماد رسولؐ سیدنا عثمانؓ غنی پھر داماد رسولؐ سیدنا علیؓ پھر حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے خون سے ان کی آستینیں رنگین ہوئیں۔ اور جب اسلام کے عظیم ستون خاندان بنی امیہ کے عظیم سپوتوں نے ان کو میدان میں شکست فاش دے کر اسلامی حدوں کو وسعت دینے کی جدوجہد شروع کی تو مجوسیت اور اس کے گماشتے زیر زمین اسلامی تاریخ کو بگاڑنے میں مصروف کار ہو گئے۔ اور قرن اول کی خیر امت ہستیوں کے دامن پر چھینٹے اڑانے میں مصروف ہو گئے۔

شبہات کے ازالے کے سلسلہ کی ایک کڑی زیر نظر کتاب "مسئلہ ولی عہدی" ہے۔ جس میں فاضل مصنف نے نہایت دانشمندی سے حدیث و تاریخ کی کتب سے اس شبہ کا ازالہ کر دیا ہے۔ جو عوام الناس میں وجہ نزاع بنا رہا ہے۔ فاضل مولف نے جہاں مسئلہ ولی عہدی کا خاکہ نہایت سلجھے ہوئے انداز میں پیش کیا ہے۔ وہاں مسئلہ خلافت و انعقاد خلافت کو مستند کتب احادیث مشہور کتب تواریخ کے حوالہ جات سے بھی واضح کیا ہے۔ جن پر اس شبہات رکھنے والے گروہ کا بھی ایمان ہے۔ علاوہ ازیں فاضل دوست نے خاندان بنو امیہ کے

چشم و چراغ اور اسلام کے اس سپوت کی بابت جس کے دور میں بقول علامہ اقبال۔

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے

بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

اسلامی سرحدیں شمالی افریقہ کے آخری کناروں تک تک پہنچ گئیں تھیں۔ (مگر جس کا نام اب گالی کے طور پر لیا جاتا ہے) مخالفین و موافقین کی شہادتوں کی روشنی میں نہایت سہل اور خوبصورت انداز میں کی ہے کہ تعریف نہ کرنا عدل سے بعید ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فاضل ساتھی کے زور قلم کو اور زیادہ کرے تاکہ دین حق کی مزید خدمت کر سکے۔ اور ساتھ ساتھ ناشرین بھی مبارکباد کے مستحق ہیں۔ جن کی کاوشوں سے دورِ جدید کے شبہات میں سے بنیادی شبہ کا ازالہ کرنے میں ہمت افزائی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ مزید توفیق عطا فرمائے تاکہ اس دور کے قلمی جہاد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہیں۔ (آمین۔)

عبدالستار انصاری
۳۰ دسمبر۔ سنہ ۱۹۸۱ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ مؤلف

کتاب مسئلہ ولیعہدی قارئین کے ہاتھوں میں ہے وہ اس کے مطالعہ کے بعد ہی کوئی رائے قائم کر سکیں گے۔ کہ میں کہاں تک معاملہ کو واضح کرنے میں کامیاب ہو سکا ہوں۔ ہماری تاریخ کی ابتدائی کتب کو بنیادی طور پر کتب تواریخ کی بجائے مواد تواریخ کی کتابیں کہا جائے تو زیادہ درست ہو گا۔ ان کتابوں میں درست اور پختہ روایات کے ساتھ ساتھ غلط اور موضوع روایات بھی ملتی ہیں۔ ثقہ راویوں کے ساتھ مجہول اور کذاب راویوں کی بے سروپا باتیں بھی ملتی ہیں۔ اگر یہ مورخین درست اور غلط باتوں کو چھانٹ کر صرف درست باتوں کو ہی اپنی کتب میں درج کرتے تو آج یہ طوفان بدتمیزی مچا ہوا نظر نہ آتا۔ کہ ایک ہی کتاب سے ایک مصنف ایک شخص کو شریف النفس اور صالح و دیندار ثابت کرتا ہے۔ تو دوسرا مصنف اسی کتاب سے اسی شخص کے بارے میں دوسری تصویر پیش کر کے پہلے مصنف پر بددیانتی کا الزام لگاتا ہے۔ اور پھر ہر مصنف اپنے اپنے رجحان طبع کے مطابق عوام کو یہ باور کرانے کی کوشش کرتا ہے کہ جو وہ پیش کر رہا ہے

وہی حقیقت ہے۔

حضرات صحابہؓ کرام کو شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کے سانحہ کے ساتھ ایک عظیم فتنہ سے دوچار ہونا پڑا۔ اور انہوں نے اس موقعہ پر اپنی فہم و فراست کے مطابق اپنے لیئے راہِ عمل متعین کی۔ ان کی رائے کے متعلق تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس میں بعض سے خطا ہوئی اور بعض صواب سے ہمکنار ہوئے۔ لیکن ایک بات طے شدہ ہے کہ ان نفوس قدسیہ نے اس وقت کے ناموافق حالات میں دیانتداری سے فیصلہ جات کئے۔ ان کی نیت پر کسی قسم کا شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ وہ اس دور کے بہترین عالم تھے۔ لیکن چونکہ وہ معصوم نہیں تھے اس لئے ان کے فیصلہ جات پر بعد کے مورخین کو تو حق حاصل ہے کہ وہ ان پر درست یا نادرست ہونے کی رائے دیں۔ کہ بعد میں آنے والوں نے ان کے فیصلہ جات کے نتائج دیکھ لئے ہیں۔ جب کہ جن نفوس قدسیہ نے یہ فیصلہ جات کئے تھے۔ وہ فیصلہ کرتے وقت ان کے نتائج و عواقب سے آگاہ نہ تھے۔ [redacted] مجتہد تھے۔ انہیں رائے کے خطا یا صواب ہونے پر دونوں صورتوں میں اجر عظیم ہی حاصل ہوگا۔ اور ان کا کوئی اجتہادی موقف ان کی شان میں تنقیص یا گستاخی کے لئے وجہ جواز نہیں بنتا ہے۔ اور ان کی شان میں گستاخی یا نقص پیدا کرنے والا اپنے ہی نامۂ اعمال کو تباہ و برباد کرتا ہے۔ اس کی زبان

؟

درازی سے ان نفوس قدسیہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ جس طرح چاند پر تھوکنے والے کا تھوک اس کے اپنے منہ پر پڑتا ہے وہ چاند کی چاندنی کو ماند نہیں کر سکتا ہے۔

اپنی زیر نظر کتاب میں میں نے ایک اصول کو بنیادی طور پر سامنے رکھا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ امیر یزید رحمۃ اللہ علیہ کے کردار کے بارے میں حضرات صحابۂ کرام کی ٹھوس اور مستند گواہیوں کے مقابلہ میں بعض مجہول الاسم راویوں۔ شیعہ یا مائل بہ تشیع راویوں کی روایات کو ترک کر دیا ہے۔ شیعہ راویوں کی ان روایات کو لیا ہے جو امیر موصوف کے حق میں تھیں۔ کہ کوئی مخالف اپنے حریف کی تعریف مجبوری سے ہی کرتا ہے۔ البتہ ان کے خلاف ان کی باتوں کو صحابہؓ کے ٹھوس اور چشم دید مواقف پر ترجیح نہیں دی۔ اب ذیل میں اسی قسم کی کچھ روایات اور ان کو ترک کرنے کی وجوہات درج ہیں۔

۱۔ وقیل ان سبب موتہ انہ حمل قردۃ وجعل ینقزھا فعضتہ وذکروا عنہ غیر ذالک واللہ اعلم بصحتہ۔

ترجمہ:۔ اور کہا گیا ہے کہ یزیدؔ کی موت کا سبب یہ ہے کہ اس نے ایک بندر اٹھایا ہوا تھا۔ وہ اس کے ساتھ کھیل رہا تھا (ٹانگ کھینچتا) پس اس نے کاٹ کھایا۔ (یزیدؔ کو) اور اس کے علاوہ بھی ان کے متعلق باتیں بیان

کی گئی ہیں اگرچہ اللہ تعالیٰ ان کے درست ہونے کے بارے میں زیادہ جانتا ہے۔

(البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۲۳۶)

مذکورہ بالا روایت مجہول ہے۔ جس کے بیان کرنے والے کا اتہ پتہ معلوم نہیں۔ اور اس کی صحت کے بارے میں حافظ ابن کثیرؒ نے یہ کہہ کر کہ اس کے صحیح ہونے کے بارے میں اللہ بہتر جانتا ہے اپنی طرف سے بھی شک کا اظہار کر دیا ہے۔

۲۔ وقال الحافظ ابو یعلیٰ حدثنا الحکم بن موسیٰ حدثنا یحییٰ بن حمزۃ عن ھشام بن الغاز عن مکحول عن ابی عبیدۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یزال امر امتی قائمًا بالقسط حتی یثلمہ رجل من بنی امیۃ یقال لہ یزید۔ وھذا منقطع بین مکحول وابی عبیدۃ۔

ترجمہ:۔ حافظ ابو یعلیٰ کو حکم بن موسیٰ نے بیان کیا ان کے پاس یحییٰ بن حمزہ نے ہشام بن الغاز سے بیان کیا۔ ہشام نے مکحول سے اور مکحول نے ابی عبیدہ سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میری امت میں امر خلافت انصاف و عدل پر قائم رہے گا۔ یہاں تک کہ بنی امیہ میں سے ایک شخص جس کا نام یزید ہو گا اسے ختم کر دے گا۔ (حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں۔) یہ

روایت منقطع ہے۔ مکحول اور ابی علیدہ کے درمیانی راوی کا پتہ نہیں۔

(البدایہ والنہایہ ج ۸، ص۲۳۱)

اسی روایت کو ابن عساکر نے دوسری روایت سے بیان کیا ہے۔ مگر وہ بھی منقطع ہے۔ ملاحظہ ہو۔

وقد رواہ ابن عساکر .... ثم قال وھو منقطع ایضاً بین مکحول وابی ثعلبہ۔

ترجمہ:- اور ابن عساکر نے بیان کیا ہے .... پھر فرمایا یہ روایت بھی مکحول اور ابی ثعلبہ کے درمیان منقطع ہے۔ یعنی ان کے دونوں کا درمیانی راوی غائب ہے۔

۱۲- وقد روی ان یزید کان اشتھر بالمعازف وشرب الخمر والغناء والصید واتخاذ الغلمان والقیان والکلاب والنطاح بین الکباش والدباب والقرود۔ وما من یوم الا یصبح فیہ مخموراً وکان یشد القرد علی فرس مسرجۃ بحبال ویسوق بہ۔ ویلبس القرد قلانس الذھب وکذالک الغلمان وکان یسابق بین الخیل وکان اذا مات القرد حزن علیہ۔ وقیل ان سبب موتہ انہ حمل قردۃ وجعل ینقزھا فعضتہ۔ وذکروا عنہ غیر ذالک واللہ اعلم

یصححه ذالک۔

ترجمہ:۔ اور بیان کیا گیا ہے کہ بے شک یزید ڈھول باجے، شراب پینے، گانا سننے، شکار کھیلنے۔ نوجوان لڑکے اور لونڈیاں رکھنے، کتے پال لنے، میلنڈھوں ریچھوں اور بندروں کو لڑانے جیسے کاموں کے لئے مشہور تھا۔ اور ہر روز شراب میں بدمست رہتا تھا۔ اور وہ زین کسے گھوڑوں پر بندر کو بٹھا کر اسے ہانک دیتا تھا۔ اور بندروں کو سونے کی ٹوپیاں پہناتا تھا۔ اور اسی طرح لڑکوں کو بھی سونے کی ٹوپیاں پہناتا تھا۔ اور گھوڑے دوڑاتا تھا۔ اور جب کوئی بندر مر جاتا تو وہ اس کا غم کرتا۔ اور کہا گیا ہے کہ اس کی موت کا سبب یہ ہے کہ اس نے بندر اٹھایا ہوا تھا۔ وہ اس کی ٹانگ کھینچنے لگا: پس اس نے اسے کاٹ لیا۔ اور اس کے بارے میں اس کے برعکس بھی بیان کیا گیا ہے۔ اور اس کی صحت و درستی کے بارے میں خدا ہی بہتر جانتا ہے۔

یہ روایت بھی مجہول ہے۔ اس کے بیان کرنے والے کا بھی کوئی پتہ نہیں۔ مزید آخر میں حافظ ابن کثیرؒ نے بھی اس کی صحت کے بارے میں شک کا اظہار کر کے واضح کر دیا کہ یہ روایت ناقابلِ اعتبار ہے۔

۴۴ قلت: فالحدیث الذی یروی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رای معاویۃ یحمل یزید۔ فقال: رجل من اھل الجنۃ یحمل رجلاً من اھل النار۔ فقال لیس بصحیح۔ قال ابن عساکر وھو کما قال فان یزید بن معاویۃ لم یولد فی حیاۃ النبیؐ۔ وانما ولد بعد العشرین من الھجرۃ۔

ترجمہ:۔ میں (حافظ ابن کثیرؒ) کہتا ہوں۔ کہ وہ حدیث جو بیان کی جاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاویہؓ کو یزیدؒ کو اٹھائے دیکھا تو فرمایا۔ ایک جنتی شخص ایک دوزخی کو اٹھائے ہوئے ہے۔ یہ حدیث درست نہیں۔ ابن عساکر کہتے ہیں۔ اور اسی طرح یہ بھی فرمایا کہ بے شک یزیدؒ بن معاویہؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں پیدا نہیں ہوا۔ بے شک وہ ۲۰ھ کے بعد پیدا ہوئے۔

(البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۲۲۶)

یہ روایت جیسا کہ اوپر درج ہوا۔ غلط ہے۔ مگر عوام الناس میں بہت مشہور ہے۔ اور کم علم علماء و واعظین بھی اسے بیان کرتے ہیں۔ اور کوئی بھی مصنف اس روایت پر کی گئی جرح کو چھوڑ کر البدایہ والنہایہ کے حوالہ سے عوام کو مغالطہ دے سکتا ہے۔ اور

دیا جاتا ہے۔

۵۔ وقد قال الامام احمد .... انہٗ سمع ابا سعید الخدری یقول۔ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: یکون خلف من بعد ستین سنۃ اضاعوا الصلوٰۃ واتبعوا الشہوات فسوف یلقون غیا .... تفرد بہٖ احمد۔

ترجمہ:۔ اور امام احمد فرماتے ہیں .... کہ انہوں نے حضرت ابو سعید خدری کو فرماتے ہوئے سنا۔ کہ میں (ابو سعید خدری) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ کہ ۶۰ھ کے نا اہل لوگ ہوں گے۔ کہ وہ نمازوں کو ضائع کریں گے۔ اور نفسانی خواہشات کی پیروی کریں گے۔ وہ جہنم میں پھینک دیئے جائیں گے .... امام احمد اس روایت کے بیان کرنے میں منفرد ہیں۔

(البدایہ والنہایہ، ج ۸، صفحہ ۲۳)

اس روایت کو بھی بعض مصنفین اس کی کمزوری کا ذکر کئے بغیر بیان کرتے اور عوام کو غلط تاثر دیتے ہیں۔

۶۔ ووقعوا علی النساء حتی قیل انہٗ حبلت الف امراۃ فی تلک الایام من غیر زوج فاللہ اعلم۔

ترجمہ:۔ اور وہ عورتوں پر پل پڑے۔ یہاں تک کہ

کہا جاتا ہے کہ ان دنوں میں ایک ہزار عورتیں بغیر خاوندوں کے (غیر شوہروں سے) حاملہ ہو گئیں۔ اور اللہ بہتر جانتا ہے۔

(البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۲۲۱)

اس روایت کے خط کشیدہ الفاظ اس کے بے سند اور ناقابل اعتبار ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ کیونکہ لفظ قیل سے کہنے والے مجہول راوی کا کوئی پتہ نہیں چلتا اور آخر میں اللہ بہتر جانتا ہے کے الفاظ سے حافظ ابن کثیرؒ نے اپنے شک کا اظہار کر دیا ہے۔

۱۷۔ قال المدائنی عن ابی قرۃ قال قال هشام بن حسان: ولدت الف امراۃ من اهل المدينة بعد وقعة الحرۃ من غير زوج۔

ترجمہ:۔ مدائنی ابی قرہ سے بیان کرتے ہیں۔ کہ ہشام بن حسان نے بیان کیا۔ کہ اہل مدینہ سے ایک ہزار عورتوں نے واقعہ حرہ کے بعد بغیر شوہروں کے (یعنی غیر شوہروں سے) بچے جنم دیئے۔

(البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۲۲۱)

اس روایت میں ابی قرہ راوی مجہول ہے۔ اور پھر عقل درایت اور روایت الانساب سے ہمیں ان ایک ہزار ولد الزنا کے بارے میں کوئی پتہ نہیں چلتا

ہے۔ کہ وہ کہاں گئے : سارے مر گئے یا زندہ رہے۔ اگر زندہ رہے تو ان کی نسل کا وجود کہاں ہے۔ یہ روایت جو کسی دشمنِ اسلام نے محض صحابہؓ و تابعین کے دامنِ عصمت کو داغدار کرنے کے لئے ہی تراشی ہے۔ روایت پرستی کے رجحان کے تحت تاریخی کتب میں درج کر لی گئی۔

۸۔ دروی ترمذی .... عن سلمی قالت: دخلت علی ام سلمة وهي تبکی۔ فقلت مایبکیک؟ فقالت: رایت رسول الله صلی الله علیه وسلم علی راسه ولحیته تراب۔ فقلت: مالك یارسول؟ قال شهدت قتل الحسین آنفا۔

ترجمہ:۔ اور ترمذی نے بیان کیا ہے .... کہ سلمیٰ بیان کرتی ہیں۔ کہ ام المؤمنین ام سلمہؓ کے ہاں گئی اور وہ رو رہی تھیں۔ میں نے دریافت کیا آپ کو کس بات نے رلایا ہے۔ پس انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ ان کے سر اور ڈاڑھی مبارک پر مٹی پڑی ہوئی تھی میں نے عرض کی اے اللہ کے رسولؐ آپ کے ساتھ کیا واقع ہوا۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ میں اس وقت مقتلِ حسینؓ سے آیا ہوں۔

(البدایہ والنہایہ، ج ۸، صفحہ ۲۰۰)

یہ روایت بھی اسی طرح نا قابلِ اعتماد ہے کہ سیدہ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا جو اس کی بیان کرنے والی ہیں۔ وہ یزید بن معاویہؓ کی خلافت کے انعقاد سے پہلے ۵۹ھ میں فوت ہو چکی تھیں۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو سلمیٰ نامی مجہول راوی کی وجہ سے غریب جیت کہا ہے۔

میں نے البدایہ والنہایہ سے یہ آٹھ حوالہ جات نقل کیے ہیں۔ اب ذیل میں حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کا ایک بیان ملاحظہ ہو۔

۹۔ وللشیعۃ والرافضۃ فی صفۃ الحسین کذب کثیر و اخبار باطلۃ، وفیما ذکرنا کفایۃ۔ وفی بعض ما اوردناہ نظر۔ ولولا ان ابن جریر وغیرہ من الحفاظ والائمۃ ذکروہ ماسقتہ واکثرہ من روایۃ ابی مخنف لوط بن یحییٰ وقد کان شیعیا۔ وھو ضعیف الحدیث عند الائمۃ۔

ترجمہ:۔ اور شیعہ اور رافضیوں کے پاس حضرت حسینؓ کی شہادت کے بارے میں بہت سی جھوٹی اور باطل خبریں ہیں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ وہ کافی ہیں۔ اور جو روایتیں ہم نے درج کی ہیں ان میں سے بعض محل نظر ہیں۔ اور اگر ابن جریر (طبری) اور دوسرے

آئمہ وحفاظ ان کو نقل نہ کرتے تو ہم بھی ان کو درج نہ کرتے۔ ان میں سے اکثر روایات تو ابو مخنف لوط بن یحییٰ سے مروی ہیں۔ اور وہ شیعہ تھا۔ اور آئمہ فن حدیث کے نزدیک ضعیف ہے۔

(البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۲۰۲)

اوپر درج کی جانے والی روایت سے قارئین کو اندازہ ہو چکا ہو گا۔ کہ ہماری کتب تاریخ میں درست کے ساتھ غلط روایات بھی ہیں۔ اور کوئی بھی غلط روایات کو پیش کر کے دوسری تصویر بھی پیش کر سکتا ہے۔

بہر حال میں نے اپنی زیر نظر تصنیف میں یہی ایک، بنیادی اصول مد نظر رکھا ہے۔ کہ قرآن وحدیث میں صحابہؓ کے بیان کئے گئے بلند پایہ کردار کے خلاف کسی روایت کو اہمیت نہیں دی۔ اور اس کے ساتھ صحابہؓ کے چشم دید مشاہدات اور ان کے واضح مواقف کے مقابلہ منقطع، مجہول الاسم راویوں کی روایات شیعہ یا ضعیف راویوں کی روایات کو کوئی اہمیت نہیں دی ہے۔

آخر میں ایک بات کا ذکر کر کے اپنی گزارش کو ختم کر رہا ہوں۔ بعض لوگ ابو داؤد شریف کی ایک روایت سے غلط طور پر استدلال کرتے ہیں۔

کہ جہاد قسطنطنیہ میں امیر لشکر عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید تھے۔ حالانکہ اس حدیث میں امیر لشکر کے بارے میں راوی کا اپنا بیان ہے جو اس حدیث کا حِصّہ نہیں ہے۔ اور اسی حدیث کو امام ترمذی نے بھی بیان کیا ہے۔ مگر امیر لشکر کے نام و لا حِصّہ بیان نہیں کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

۱۱۔ حدثنا احمد بن عمرو بن السرح نا ابن وھب عن حیوۃ بن شریح و ابن لھیعۃ عن یزید بن ابی حبیب عن اسلم ابی عمران قال غزونا من المدینۃ نرید القسطنطینیہ و علی الجماعۃ عبد الرحمن بن خالد بن الولید والروم۔ الخ

ترجمہ۔ احمد بن عمر بن سرح نے ابن وہب سے بیان کیا۔ اس نے حیوہ بن شریح اور ابن لہیعہ سے۔ انہوں نے یزید بن ابی حلبیب سے۔ انہوں نے اسلم ابی عمران سے بیان کیا۔ کہ اسلم ابی عمران کہتے ہیں۔ کہ ہم مدینہ سے جہاد کے لئے نکلے قسطنطنیہ اور رومی علاقوں کے ارادہ سے اور جماعت پر عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید امیر عسکر تھے۔

اس حدیث پر شارح ابو داؤد کا تبصرہ

ملاحظہ ہو۔

وعلی الجماعۃ ای امیرھم ھذا لفظ المولف وعند الترمذی۔

ترجمہ:۔ اور اس وقت جماعت پر یعنی ان کا امیر (عبدالرحمن بن خالد بن ولید تھے) یہ الفاظ مولف (امام ابو داؤد) کے اپنے ہیں۔ کیونکہ ترمذی شریف کی روایت میں عبدالرحمن بن خالد بن ولید کا ذکر نہیں ہے۔ (عون المعبود۔ ج، ۲، ص ۳۲۰)[1]

میں نے کردار امیر یزیدؒ کے باب میں اس پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔ تاہم چونکہ یہ جہادی مہم چھ ماہ تک جاری رہی تھی۔ اور اس بات کا امکان ہے کہ ان چھ ماہ کے دوران امیر یزیدؒ نے جو کہ سپہ سالار اعظم تھے۔ مختلف افراد کو حملہ کے لئے روانہ کیا ہو۔ جس طرح جنگ خیبر کے موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف صحابہؓ کو بدل بدل کر لڑنے کے لئے بھیجا تھا۔ اگر معاملہ اسی طرح ہو تو پھر کوئی اشکال باقی نہیں رہتا ہے۔ تاہم قسطنطنیہ پر صرف دو مرتبہ حملہ ہوا ہے۔ جس کا ذکر ذیل میں ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اور تیسرا حملہ ہوا ہو۔ اور وہ ہی پہلا لشکر بھی ہو تو مدعی کے لئے دلیل پیش

[1] باب فی قولہ عزوجل۔ ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ۔

کرنا لازم ہے۔

اور آخر میں امام ابن حزم کا بیان بابت لشکر قسطنطنیہ ملاحظہ ہو۔

القسطنطنية: حاصرها المسلمون مرتين. مرة فى ايام معاوية وعلى الجيش يزيد ابنه. وهنالك مات ابو ايوب الانصارى صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم وقبره هنالك محفوظ مشهور الى اليوم.

ومرة ثانية فى ايام سليمان بن عبد الملك وصاحب الجيش مسلمه بن عبد الملك۔

ترجمہ: قسطنطنیہ شہر کا مسلمانوں نے دو مرتبہ محاصرہ کیا۔ ایک دفعہ حضرت معاویہؓ کے دور خلافت میں۔ اور اس وقت امیر لشکر ان کا فرزند یزید تھا۔ اور وہیں ابو ایوبؓ انصاری میزبان رسولؐ فوت ہوئے۔ اور ان کی قبر آج تک وہاں محفوظ و مشہور ہے۔

اور دوسری مرتبہ سلیمان بن عبدالملک کے دور خلافت میں۔ اس وقت امیر لشکر مسلمہ بن عبدالملک تھا۔

(جوامع السیرۃ، ص ۳۴۵)

میں اس تفصیلی تمہید پر معذرت خواہ ہوں۔ امید ہے قارئین اسے ضرور مفید پائیں گے۔

راقم

محمد ادریس ہاشمی

پہلا باب

خلافت وانعقاد خلافت

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔

نظام خلافت

اسلام ایک خدائی ضابطہ ہے۔ جو کائنات کے خالق و مالکِ حقیقی نے جو علیم وخبیر بھی ہے اور حکیم بھی ہے۔ اپنے بندوں کی فلاح وبہبود کے لئے اپنے آخری نبی حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا جو خاتم النبین والمعصومین ہیں۔ چونکہ آپ کے بعد اب کوئی نیا نبی اور نہ ہی نئی شریعت آنے والی تھی اس لئے اس آخری آسمانی ضابطہ میں قیامت تک انسانیت کو فلاح وبہبود کے لئے راہ نما اصول دیئے گئے ہیں۔ اگر اغیار سے ذہنی مرعوبیت اور مغربی و یورپی لادینی افکار کی ذہنی غلامی سے آزاد ہو کر اسلام کے ابدی اصولوں کا جائزہ لیا جائے تو ہمیں معیشت و معاشرت، عدل وانصاف، امن وجنگ، فرد و اجتماع، راعی و رعایا، حقوق العباد، اصلاح معاشرہ، اور جرائم کی بیخ کنی وغیرہ زندگی کے ہر شعبے میں ان سے راہ نمائی و روشنی ملتی ہے۔

معاشرت کے میدان میں ہمیں اسلام اجتماعی زندگی اختیار کرنے اور قرآن و سنت پر عمل کرنے کا حکم دیتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا (آل عمران، پ۴) واعتصمو

ترجمہ:۔ اور اللہ کی رسی کو اکٹھے ہو کر مضبوطی سے تھام لو۔ اور فرقے فرقے مت بن جاؤ۔ اسی حکم الٰہی کی تشریح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مختلف فرامین میں کی ہے۔

علیکم بالجماعۃ (جامع ترمذی باب فی لزوم الجماعۃ)

ترجمہ:۔ تم پر جماعت کا پکڑنا لازم ہے۔

ید اللہ علی الجماعۃ ومن شذ شذ فی النار۔ مشکوٰۃ

ترجمہ:۔ جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے۔ (نصرت و مدد حاصل ہوتی ہے) اور جو شخص جماعت سے الگ ہوا وہ جہنم میں ڈالا جائے گا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس قدر اجتماعی زندگی کے بارے میں تاکید فرمائی ہے۔ اسی قدر اطاعت امیر اور جماعت سے علیحدگی کے بارے میں مذمت بیان فرمائی ہے۔ تاکہ نظم جماعت و ریاست قائم رہ سکے۔ جماعت سے علیحدگی کو باعث دخول نار اور اسی حالت میں اگر موت آجائے تو اسے جاہلیت کی موت سے تعبیر فرمایا۔ امیر و امام کی اطاعت کو عین خدا اور رسول کی اطاعت قرار دیا۔ حضرت ابو ہریرہؓ بیان فرماتے ہیں۔ کہ رسول اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

من یطع الامیر فقد اطاعنی ومن یعص الامیر فقد عصانی۔ (بخاری، مسلم، بحوالہ مشکوٰۃ کتاب الامارۃ والقضاء) ترجمہ:۔ جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی۔ اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔

من خرج من الطاعۃ وفارق الجماعۃ فمات میتۃ جاھلیۃ۔ (صحیح مسلم، مشکوٰۃ حوالہ مذکور) ترجمہ:۔ جو شخص امام یا امیر کی اطاعت سے نکلتا ہے اور مسلمانوں کی جماعت سے الگ ہوتا ہے۔ تو اس کا مرنا جاہلیت کی موت ہوتا ہے۔

علاوہ ازیں ایک امیر و امام کی تکمیل بیعت کے بعد اگر کوئی دوسرا خلافت کا دعویٰ لے کر اٹھے تو اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ حضورؐ کا ارشاد ہے۔

اذا بویع لخلیفتین فاقتلوا الآخر کائنا من کان۔ ترجمہ:۔ جب دو خلفاء کے لئے بیعت لی جائے۔ تو ان میں جو دوسرا شخص بیعت کا تقاضا کرے تو اسے قتل کر دیا جائے۔ خواہ وہ کوئی بھی ہو۔

انعقاد خلافت

شرعی اصطلاح میں خلیفہ، امیر اور امام تینوں ہم معنیٰ اور ایک دوسرے کے مترادف الفاظ ہیں۔ ان سب سے مراد

اسلامی ریاست کا سربراہ ہے۔ جو قرآن وسنت کے مطابق ریاست کا انتظام چلاتا ہے۔ جسے مسلمانوں کی ایک جماعت امیر چن لے اور باقی ان کی تائید کر دیں یا فوت ہونے والا امام دوسرے کو نامزد کر دے وغیرہ۔ اسلام میں خاندان یا رشتہ داری اور خدائی تقرر سے امام کے مقرر کئے جانے کا کوئی تصور نہیں ہے۔

اسلام نے امیر کے تقرر کے لئے کوئی طریق متعین نہیں فرمایا ہے۔ اور یہی اسلام کی حکمت کا مظہر ہے۔ کہ اگر ایسی صورت حال پیدا ہو جاتی کہ اس کے متعین کردہ طریق کار کو نہ اپنایا جا سکتا تو پھر امت کے لئے مشکل بن جاتی۔ اس لئے امیر کے تقرر کے معاملہ کو امت کی صوابدید پر چھوڑ دیا کہ وہ مواقع کی مناسبت سے جس طرح چاہے اقدام کرے۔

خلافت اوّل

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت بروز پیر، ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ کی صبح کو کچھ سنبھلی اور صحابہؓ کو گمان ہوا کہ آپ بالکل ٹھیک ہیں۔ چنانچہ دوسرے بہت سے صحابہؓ کرام کی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے مکان پر تشریف لے گئے۔ جو نواح مدینہ میں مقام سنح پر واقع تھا۔ حضور کا انتقال ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ کو پیر کے دن بارہ بجے حجرۂ عائشہ میں ہوا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو جب اطلاع ہوئی تو گھوڑے

پر سوار ہو کر واپس آئے۔ ملاحظہ ہو۔

اخبرنی ابو سلمۃ ان عائشۃ رضی اللہ عنہا زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم اخبرتہ قالت اقبل ابو بکر رضی اللہ عنہ علی فرسہ من مسکنہ بالسنح حتی نزل فدخل المسجد فلم یکلم الناس حتی دخل علی عائشۃ رضی اللہ عنہا فتیمم النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم وھو مسجیّ ببرد حبرۃ فکشف عن وجہہ ثم اکبّ علیہ فقبّلہٗ ثم بکی فقال بابی انت یا نبی اللہ لا یجمع اللہ علیک موتتین اما الموتۃ التی کتبت علیک فقد متہا قال ابو سلمۃ فاخبرنی ابن عباس رضی اللہ عنہما ان ابا بکر رضی اللہ عنہ خرج وَ عُمَرُ رضی اللہ عنہ یکلم الناس فقال اجلس فابی فقال اجلس فابی فتشھد ابو بکرٍ رضی اللہ عنہ فمال الیہ الناس وترکوا عمر فقال امّا بعد فمن کان منکم یعبد محمّداً صلی اللہ علیہ وسلم فان محمّدً اصلی اللہ علیہ وسلم فقد مات ومن کان یعبد اللہ فان اللہ حیّ لا یموت۔ قال اللہ تعالیٰ وما محمد الا رسول ــــ الی شاکرین۔

(بخاری شریف۔ پ۵۔ کتاب الجنائز۔ باب الدخول علی المیت بعد الموت)

ترجمہ:۔ ابو سلمہ حضرت عائشہ صدیقہؓ زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے بیان کیا (رسول اللہؐ کے انتقال کے بعد) کہ ابوبکرؓ اپنے گھوڑے پر مقام سخ سے آئے۔ یہاں تک کہ گھوڑے سے اترے۔ اور مسجد میں داخل ہو گئے۔ پس انہوں نے لوگوں سے کوئی بات نہیں کی یہاں تک کہ سیدہ عائشہؓ کے پاس پہنچے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قصد کیا۔ آپ کو حبرہ (سے آئی ہوئی) کی چادر اڑھا دی گئی تھی۔ ابوبکرؓ نے حضورؐ کے چہرے سے چادر ہٹائی۔ پھر آپ پر جھکے اور آپ کے چہرے کو بوسہ دیا۔ پھر رو دیے اور فرمایا۔ اے اللہ کے نبیؐ آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔ اللہ آپ پر دو موتیں جمع نہ کرے گا۔ وہ موت جو آپ کے لئے مقدر تھی وہ آچکی ہے۔ ابوسلمہؓ کا بیان ہے کہ مجھے عبداللہؓ بن عباسؓ نے خبر دی کہ ابوبکرؓ باہر نکلے اور عمرؓ لوگوں سے گفتگو کر رہے تھے۔ ابوبکرؓ نے ان سے کہا بیٹھ جاؤ۔ انہوں نے انکار کیا۔ ابوبکرؓ نے پھر کہا بیٹھ جاؤ۔ انہوں نے انکار کیا۔ چنانچہ ابوبکرؓ نے تشہد پڑھا۔ لوگ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور عمرؓ کو چھوڑ دیا۔ ابوبکرؓ نے کہا۔ امّا بعد۔ تم میں سے جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے ہیں۔ اور جو اللہ کی عبادت کرتا تھا۔ تو اللہ زندہ ہے۔ اسے موت نہیں آئے گی۔

اور قرآن کی یہ آیت پڑھی۔ وما محمد الا رسول ... الیٰ شاکرین ۰ (آل عمران)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ...

اجتماع سقیفہ بنو ساعدہ

اس معاملہ سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ کسی نے مسجد نبوی کے باہر سے ابوبکرؓ و عمرؓ کو آواز دے کر سقیفہ میں انصار کے جمع ہونے اور ان کے امر خلافت کے بارے میں گفتگو کرنے کے بارے میں اطلاع دی۔ ملاحظہ

بینما نحن فی منزل رسول اللہ صلی اللہ علیہ ... اذا رجل ینادی من وراء الجدار ان اخرج الی یا ابن الخطاب فقلت الیک عنی فانا عنک مشاغیل یعنی بامر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لہٗ قد حدث امرٌ فان الانصار اجتمعوا فی سقیفۃ بنی ساعدۃ فادرکوھم ان یحدّثوا امرا یکون فیہ حرب فقلت لابی بکر انطلق۔ (فتح الباری ج ۷، ص ۲۳)

ترجمہ: حضرت عمرؓ کا بیان ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خانۂ مبارک میں بیٹھے تھے کہ دفعۃً دیوار کے پیچھے سے کسی نے آواز دی۔ اے ابن الخطابؓ (حضرت عمرؓ) ذرا باہر آؤ۔ میں نے کہا چلو ہٹو ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بندوبست

ں مشغول ہیں۔ اس نے کہا کہ ایک حادثہ پیش آیا ہے یعنی
انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں اکٹھے ہوئے ہیں۔ پس جلدی
ان کے پاس پہنچو۔ ایسا نہ ہو کہ انصار کچھ ایسی باتیں
کر اٹھیں جس سے لڑائی چھڑ جائے۔ میں نے ابوبکرؓ سے
کہا چلو۔

چنانچہ ابوبکرؓ و عمرؓ سقیفہ بنو ساعدہ پہنچے۔ وہاں انصار
جمع تھے۔ ان کے ساتھ مسئلہ خلافت پر گفتگو کی۔ اور
بالآخر حضرت ابوبکرؓ نے کہا۔ حضرت عمرؓ اور حضرت ابو
عبیدہؓ میں سے کسی ایک کے ہاتھ پر بیعت کر لیں۔ اس
پر پھر انصار کی طرف سے دو امیروں کی تجویز آئی۔ اس
پر شور بلند ہوا۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے اختلاف
کا اندیشہ ہوا۔ چنانچہ میں نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا اپنا ہاتھ
بڑھائیے۔ چنانچہ انہوں نے ہاتھ بڑھایا اور حضرت عمرؓ
نے بیعت خلافت کر لی۔ اس کے بعد مہاجرین میں سے
معدودے چند لوگ جو وہاں موجود تھے۔ نے اور انصار
نے بیعت کر لی۔ اس اجتماع میں مہاجرین کی تعداد برائے نام
پانچ یا چھ تھی۔ انصار کی تعداد بھی پوری نہ تھی۔ اور نہ ہی
بنو ہاشم میں سے کوئی اس اجتماع میں موجود تھا۔ اسطرح
پہلی خلافت کا انعقاد عمل میں آیا۔ اسے انتخاب کے
مترادف قرار دینا اور اس کے علاوہ مغرب کی مادر
پدر آزاد جمہوریت (پارلیمانی یا صدارتی) جس میں مردوں

کو گناجاتاہے بندوں کو تولا نہیں جاتا کو اسلام کے شورائی نظام کے مطابق قرار دیا جائے چھٹہ صاحب جیسے بالغ نظر اور صاحب بصیرت سیاستدانوں کا ہی کام ہے۔

اجتماعِ بیتِ فاطمہؓ

سقیفہ بنوساعدہ کے علاوہ سیدنا علیؓ اور سیدنا زبیرؓ حضرت علیؓ کے گھر میں جمع تھے۔ اور خلافت کو بنوہاشم میں لانے کے معاملہ پر غور کر رہے تھے۔ ملاحظہ ہو۔

کان من خبرنا حین توفی اللہ نبیہ ان الانصار قد خالفونا واجتمعوا باسرھم وخالف عنا علی والزبیر ومن معھما واجتمع المھاجرین الی ابی بکرؓ۔ (بخاری شریف۔ پ ۲۸۔ کتاب الحدود باب رجم الحبلی)

ترجمہ:۔ جس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو فوت کیا اس وقت کی ہماری حالت یہ تھی کہ انصار نے ہماری مخالفت کی اور سقیفہ بنوساعدہ میں جمع ہوگئے۔ اور حضرت علیؓ و زبیرؓ اور ان کے ساتھیوں نے بھی مخالفت کی اور مہاجرین ابوبکرؓ کے پاس جمع ہوئے۔

دوسری روایت میں یہ واقعہ اور زیادہ صاف ہو گیا ہے۔

وان علیا والزبیر ومن کان معھما تخلفوا فی بیت فاطمۃ بنت رسول اللہ۔ (فتح الباری۔

بحوالہ الفاروق ص ۱۱۶۔ مصنف شبلی نعمانی۔)

ترجمہ:۔ اور حضرت علیؓ اور زبیرؓ اور جو ان کے ہم خیال تھے۔ وہ حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں جمع ہوئے۔

طبری رقمطراز ہے وتخلف علیؓ و الزبیر واخترط الزبیر سیفہ وقال لا اعمدہ حتی یبایع علی۔ (ج،۳، ص ۱۹۹۔)

ترجمہ:۔ اور حضرت علیؓ اور زبیرؓ الگ ہو گئے اور زبیرؓ نے تلوار میان سے نکال کر کہا جب تک علیؓ کی بیعت خلافت نہ کی جائے گی میں تلوار کو میان میں نہ ڈالوں گا۔

اب تک کی گفتگو سے پہلی خلافت کے انعقاد کے بارے میں یہ بات واضح طور پر سامنے آچکی ہے کہ سیدنا صدیق اکبرؓ کی خلافت کے انعقاد کے وقت صرف مدینہ منورہ کے لوگوں نے اور وہ بھی پورے طور پر نہیں بلکہ جزوی طور پر بیعت خلافت کی۔ جس کی تائید اگلے دن سارے اہل مدینہ نے ایک دو افراد کے سوا مسجد نبوی کے اجتماع میں کر دی۔ اور اسے ہی پوری اسلامی ریاست کی بیعت تصور کیا گیا۔

خلافت ثانی۔ نامزدگی

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی موت کا وقت قریب آیا تو آپ نے چیدہ چیدہ صحابہ کرام سے حضرت عمرؓ کے بارے میں رائے طلب کی۔ اکثر نے مزاج کی سختی کا ذکر کیا۔ مگر حضرت ابوبکرؓ نے اپنی رائے کو مقدم رکھا۔ اور حضرت عمرؓ کو اپنے بعد خلیفہ نامزد کر دیا۔

وانی قد استخلفت علیکم عمر بن الخطاب فاسمعوا لہ واطیعوا فقالو سمعنا واطعنا۔

ترجمہ:۔ اور میں نے تم پر عمرؓ بن خطاب کو خلیفہ مقرر کیا ہے۔ ان کی بات کو سنو اور ان کی اطاعت کرو پس انہوں (صحابہؓ) نے عرض کی ہم نے آپ کی بات کو سنا اور اسے تسلیم کیا۔ (طبری، ج ۴، ص ۵۲)

ثم امرہ فخرج بالکتاب مختوما ومعہ عمر بن الخطاب واسید بن سعید القرظی فقال عثمان للناس اتبایعون لمن فی ھذا لکتاب فقالوا نعم۔ وقال بعضھم (قال ابن سعد علی القائل) وھو عمر فاقروا بذالک جمیعا ورضوا وبایعوا۔

ترجمہ:۔ پھر (ابوبکرؓ نے) انہیں (حضرت عثمانؓ) مہر لگی ہوئی وصیت کے ساتھ جانے کا حکم دیا۔ پس

وہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس سے نکلے اور ان کے ساتھ حضرت عمرؓ بن خطاب اور اسید بن سعید قرظی تھے پس عثمانؓ نے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا۔ کیا تم اس آدمی کی بیعت خلافت کرو گے۔ جس کے لئے اس تحریر میں درج ہے۔ پس لوگوں نے کہا۔ ہاں۔ اور بعض نے کہا۔ (ابن سعد کہتے ہیں کہ وہ کہنے والے علیؓ ہیں) وہ عمرؓ ہیں (جس کے بارے میں وصیت ہے) پس سب لوگوں نے اقرار کیا اور وہ اس سے راضی و خوش ہو گئے اور بیعت کی (طبقات ابن سعد۔ ج ۳، ص ۱۴۲)

لما ثقل ابوبکر اشرف الناس من کرتہ فقال یایھا الناس انی قد عھدت عھدا افترضون بہ فقال الناس قد رضینا یا خلیفۃ رسول اللہ۔ فقال علی لا نرضیٰ الا ان یکون عمر بن الخطاب۔ (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، ج ۴۔ ص ۷)

ترجمہ:۔ جب ابوبکرؓ کا مرض شدت اختیار کر گیا۔ تو آپ کھڑکی میں سے لوگوں کے سامنے آئے اور فرمایا اے لوگو میں نے ایک عہد لیا ہے کیا تم اس سے راضی ہو۔ پس لوگوں نے کہا اے خلیفۂ رسول اللہ بے شک ہم راضی ہیں۔ پس علیؓ نے کہا۔ ہم حضرت عمرؓ بن خطاب کی خلافت کے سوا کسی اور بات پر راضی نہ ہوں گے۔

وفی اثناء هذا المرض عهد بالامر من بعده الی عمر بن الخطاب وکان الذی کتب العهد عثمان بن عفان وقری علی المسلمین فاقروا به وسمعوا له واطاعوا۔

(البدایہ والنہایہ۔ ج ۷، ص ۱۸)

ترجمہ:۔ اور اسی بیماری کے دوران اپنے (ابوبکرؓ نے) بعد حضرت عمرؓ کی خلافت کا عہد لیا۔ اور جس نے عہد لکھا وہ عثمانؓ بن عفان تھے۔ انہوں نے ہی وہ عہد نامہ لوگوں کو سنایا۔ پس انہوں نے اس پر عمل کرنے کا اقرار کیا۔ اور ان (حضرت عمرؓ) کی بات کو سنا اور ان کی اطاعت کی۔

مذکورہ بالا حوالہ جات سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ

نامزدگی کی "بدعت"

سب سے پہلے بنی امیہ نے نہیں سیدنا ابوبکر صدیق اکبر افضل البشر بعد الانبیاء نے کی۔ جس کی صحابہؓ نے تائید کی۔ گویا اس مسئلہ پر صحابہ کرام کا عظیم الشان اجماع ہوا۔ جو کہ دینی معاملات میں ایک مستقل سند کی حیثیت رکھتا ہے۔ نہ معلوم چیٹھہ صاحب نے کس طرح بغیر تحقیق کے یہ سطحی بات لکھ دی ہے۔ علاوہ ازیں اس دوسری خلافت کی نامزدگی میں ہمیں کسی پارلیمانی یا صدارتی نظام کی کوئی جھلک نظر نہیں آتی ہے۔ اسلامی ریاست میں

کوئی انتخاب نہیں ہوا۔ پہلے خلیفہ نے اپنے جانشین کو نامزد کیا ہے۔ اور صرف مدینۃ النبی میں بیعت کو ہی کافی تصور کیا گیا۔ باقی جملہ شہروں میں اس کی توثیق کرالی گئی۔ اگر مدینہ میں (جو کہ دارالحکومت تھا) بیعت ہو جانے کے بعد کوئی بھی علاقہ اس سے انکار کرتا تو اس کے خلاف کاروائی کی جاتی۔

امامت ثالث

جب سیدنا عمر فاروق کو ایرانی مجوسی ابولؤلؤ فیروز غلام نے خنجر مار کر زخمی کر دیا۔ (واضح رہے اس قاتل عمرؓ کافر کا مزار ایران کے شہر قم میں ہے۔ جہاں عرس لگتا ہے۔ اسے بابا شجاع کے نام سے یاد کیا جاتا ہے) اور آپؓ کے بچنے کی امید نہ رہی تو صحابہؓ نے عرض کی اے امیرالمؤمنین ہمیں اپنے بعد کسی دوسرے شخص کی خلافت کے بارے میں وصیت کر جائیے۔

فقالوا اوص یا امیرالمؤمنین۔ استخلف قال ما احد احق بھذا الامر من ھؤلاء النفر او الرھط الذین توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو عنھم راض۔ فسمی علیا و عثمان والزبیر و طلحۃ و سعدا و عبدالرحمٰن (بخاری شریف۔ پ۱۴۔ باب قصۃ البیعت والاتفاق علی عثمانؓ)

ترجمہ:۔ لوگوں نے عرض کی اے امیرالمومنین کسی کو

خلیفہ مقرر کر جائیے۔ تو انہوں (حضرت عمرؓ) نے فرمایا میں ان لوگوں سے کسی کو خلافت کا زیادہ حق دار تصور نہیں کرتا۔ یہ وہ لوگ (افراد) ہیں جن سے حضور وفات کے وقت راضی وخوش تھے۔ پس انہوں نے حضرت علیؓ حضرت عثمانؓ حضرت طلحہؓ حضرت زبیرؓ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کے نام لئے۔

واوصی عمر ان یکون الامر شوری بعدہ فی ستۃ ممن توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو عنھم راض وھم عثمان وعلی وطلحۃ والزبیر وعبدالرحمٰن بن عوف وسعد بن ابی وقاص (البدایہ والنہایہ، ج ۷، ص ۱۳۶)

ترجمہ :- اور حضرت عمرؓ نے خلافت کے بارے میں چھ افراد کو وصیت کی۔ جن میں حضرت عثمانؓ، علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، عبدالرحمٰنؓ بن عوف اور سعدؓ بن ابی وقاص شامل ہیں۔ اور جن سے بوقت وفات حضورؐ راضی تھے۔ کہ وہ باہم مشورہ سے امر خلافت کا فیصلہ کرلیں۔ اور ان چھ افراد میں سے ہی کسی ایک کو خلیفہ منتخب کرلیں۔

علیکم ھؤلاء الرھط الذین قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انھم من اھل الجنۃ سعید بن زید بن عمرو بن نفیل منھم ولست مدخلہ ولکن الستۃ علیؓ وعثمان ابنا عبد مناف وعبدالرحمٰن

وسعد اخالا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم و
الزبیر بن عوام حواری رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ
علیہ وسلم وابن عمتہ وطلحۃ الخیر ابن عبید اللّٰہ
فلیختاروا منھم رجلاً۔ (طبری ، ج ۵ ، ص ۳۴)

ترجمہ:۔ اور تم ان لوگوں کو لازم پکڑو جن کے بارے میں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جنتی ہیں ۔ ان
میں سعید بن زید بھی ہیں ۔ مگر میں ان کو امر خلافت میں شامل
نہیں کروں گا ۔ البتہ یہ چھ افراد جن میں علیؓ و عثمانؓ بنی عبد مناف
سے ہیں اور عبد الرحمٰن بن عوفؓ اور سعد بن ابی وقاصؓ رسول
اللہؐ کے ماموں ہیں ۔ زبیر بن عوامؓ حواری رسولؐ اور آپ
کے پھوپھی زاد ہیں ۔ اور طلحہ الخیر بن عبید اللہ ہیں پس ان
میں سے کسی ایک کو خلیفہ بنا لو۔

ان عمر بن الخطاب لما حضر قال ان استخلف
فسنۃ والا استخلف فسنۃ۔ توفی اللّٰہ رسول
اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ولم یستخلف وتوفی
اللّٰہ ابو بکر فاستخلف فقال علی ۔ فعرفت
واللّٰہ انہ لن یعدل بسنۃ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ
علیہ وسلم فذاک حین جعلھا عمر شوریٰ
بین عثمان ابن عفان وعلی بن ابی طالب والزبیر
وطلحۃ وعبد الرحمٰن بن عوف وسعد
ابن ابی وقاص ۔ (طبقات ابن سعد ج ۳ ، ص ۳۴۲)

ترجمہ:۔ جب عمرؓ کا آخری وقت آیا۔ تو انہوں نے کہا۔ اگر میں خلیفہ نامزد کروں تو یہ بھی سنت ہے۔ اور اگر نہ نامزد کروں تو یہ بھی سنت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے تو انہوں نے کسی کو نامزد نہ فرمایا۔ اور ابوبکرؓ فوت ہوئے تو انہوں نے اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ پس میں نے سمجھ لیا۔ کہ حضرت عمرؓ حضورؐ کی سنت سے نہیں ہٹیں گے۔ پس اس طرح حضرت عمرؓ نے عثمانؓ بن عفان۔ علیؓ بن ابی طالب۔ زبیرؓ۔ طلحہؓ۔ عبدالرحمٰن بن عوفؓ۔ اور سعدؓ بن ابی وقاص پر مشتمل کمیٹی (مشاورتی) نامزد فرمائی۔

بالآخر لوگوں کے اصرار پر حضرت علیؓ۔ عثمانؓ۔ زبیرؓ۔ طلحہؓ سعدؓ اور عبدالرحمٰنؓ بن عوف چھ آدمیوں کو جن کی اسلام میں بڑی خدمات تھیں۔ اور جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی تھی۔ نامزد کر کے فرمایا۔ ان میں جس پر کثرت رائے ہو جائے۔ اسے امیر بنانا اور تاکید کر دی کہ میرے بعد تین دن کے اندر اندر یہ مرحلہ طے ہو جائے۔ اور حضرت صہیبؓ کو حکم دیا کہ میرے دفن سے فراغت کے بعد ان چھ آدمیوں کو ایک مکان کے اندر بند کر دینا۔ اور جب تک ان میں سے کسی کا انتخاب نہ ہو جائے اس وقت تک نہ کھولنا۔

(تاریخ اسلام۔ صـ۱۹۸، شاہ معین الدین ندوی)

انعقادِ امامت وخلافت سوم سے یہ بات واضح ہوئی کہ یہاں بھی حضرت عمرؓ فاروق نے خلافت کے لئے چھ افراد کو نامزد فرمایا۔ اور ان کے ذمہ پوری امت کے لئے خلیفہ کا تقرر سونپ دیا۔ علاوہ ازیں یہ سب کچھ حضرت عمرؓ نے صحابہؓ کے اصرار پر کیا۔ گویا صحابہؓ کے نزدیک بھی نامزدگی جائز تھی۔ ایک ایسا عمل جسے ملت اسلامیہ میں ہمیشہ سے ہی اجماعی حیثیت حاصل رہی۔ اسے بنو امیہ کے ذمہ بدعت کی صورت میں لگانا انصاف کا خون کرنے کے مترادف ہے۔ دوسری بات قابل غور یہ ہے کہ اس انتخاب میں بھی ہمیں پارلیمانی طرزِ حکومت کی جھلک کہیں نظر نہیں آتی ہے فوت ہونے والا خلیفہ کچھ افراد پر مشتمل کمیٹی بناتا ہے۔ وہ اپنے میں سے ایک کو خلیفہ مقرر کر لیتے ہیں۔ اور اس کی بیعت دارالحکومت مدینہ منورہ میں ہوتی ہے۔ باقی صوبوں میں اس کی توثیق ہو جاتی ہے۔ کسی کو اس سے اختلاف کی اجازت یا گنجائش نہیں ہے۔

خلافت چہارم

حضرت عثمانؓ کی مظلومانہ شہادت کے بعد قاتلان عثمانؓ آپ کے جانشین کی طرف متوجہ ہوئے۔ چنانچہ مصری حضرت علیؓ کی طرف آئے۔ کوفی حضرت زبیرؓ کی طرف آئے اور بصرہ والے حضرت طلحہؓ کی طرف آئے اور انہیں خلافت کے لئے آمادہ کیا۔ ان حضرات نے ان کی بیعت لینے سے انکار کر دیا۔

مگر حضرت علیؓ اپنے انکار پر قائم نہ رہ سکے اور انہوں نے بیعت خلافت لے لی۔ چنانچہ سب سے پہلے آپ کے ہاتھ پر اشتر نخعی نے بیعت کی جو قاتلان عثمانؓ کا لیڈر تھا۔

فرجعوا الی علی فالحوا علیہ واخذ الاشتر بیدہ فبایعہ وبایعہ الناس۔ واھل الکوفۃ یقولون اول من بایعہ الاشتر نخعی۔ (البدایہ والنہایہ، ج، ۷، ص ۲۲۷۔)

ترجمہ:۔ پس وہ حضرت علیؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور ان پر بیعت لینے کے لئے اصرار کیا۔ اور اشتر نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑا اور بیعت کر لی۔ اور لوگوں نے بھی بیعت کر لی۔ اور اہل کوفہ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے اشتر نخعی نے بیعت کی۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے حضرت علیؓ کو ان سبائیوں کی بیعت قبول کرنے سے منع کیا تھا۔

فانک واللہ لئن نھضت مع ھؤلاء الیوم لیحملنک الناس دم عثمان غدا۔ فابی علیؓ۔ (طبری، ج، ۵، ص ۱۶۰۔)

ترجمہ:۔ اگر آپ ان لوگوں کے ساتھ اٹھ کھڑے ہو گئے (بیعت خلافت لے لی) تو کل کو لوگ خون عثمانؓ کے ذمہ دار آپ کو ٹھہرائیں گے۔ پس حضرت علیؓ نے ان کے مشورے کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

بہر حال حضرت علیؓ کی بیعت خلافت ہو گئی۔ مگر مدینہ طیبہ کی نصف یا اس سے کچھ کم وبیش آبادی نے آپ کی بیعت سے توقف کیا۔

فان کثیراً من المسلمین اما النصف واما اقل او اکثر لم یبایعوہ۔ ولم یبایعوا سعد بن ابی وقاص ولا ابن عمر ولا غیر ھما۔ (منہاج السنۃ، ج ۲، ص ۲۳۷)

ترجمہ:۔ پس مسلمانوں کی اکثریت نے یعنی نصف یا اس سے کچھ کم یا کچھ زیادہ لوگوں کی تعداد نے حضرت علیؓ کی بیعت نہ کی۔ نہ سعدؓ بن ابی وقاص نے اور نہ ہی حضرت عبداللہ بن عمر نے اور نہ ہی دوسرے صحابہؓ نے۔

انہ لم یبایعہ طائفۃ من الانصار منہم حسان بن ثابت، وکعب بن مالک، ومسلمۃ بن مخلد، وابو سعید، ومحمد بن مسلمۃ والنعمان بن بشیر، وزید بن ثابت، ورافع ابن خدیج، وفضالۃ بن عبید، وکعب بن عجرہ۔ (البدایہ والنہایہ، ج ۷، ص ۲۲۸)

ترجمہ:۔ اور انصار کی ایک جماعت نے حضرت علیؓ کی بیعت نہیں کی۔ ان میں حضرت حسانؓ بن ثابت، حضرت کعبؓ بن مالک، حضرت مسلمہؓ بن مخلد، حضرت ابو سعیدؓ حضرت محمدؓ بن مسلمہ، حضرت نعمانؓ بن بشیر، حضرت زید

بن ثابت، حضرت رافعؓ بن خدیج، حضرت کعبؓ بن عجرہ شامل ہیں۔

لما قتل عثمان رضی اللہ عنہ بایعت الانصار علیا الا نفیرا یسیرا منهم حسان بن ثابت وکعب بن مالک، ومسلمة بن مخلد، وابو سعید الخدری، ومحمد بن مسلمة، والنعمان بن بشیر، وزید بن ثابت، ورافع بن خدیج، وفضالہ بن عبید، وکعب بن عجرہ۔ (طبری، ج، ۵، ص ۱۵۳۔)

ترجمہ:۔ جب حضرت عثمانؓ شہید ہو گئے تو انصار نے حضرت علیؓ کی بیعت کر لی۔ ان میں سے تھوڑے لوگوں نے جن میں حضرت حسانؓ بن ثابت، کعبؓ بن مالک، مسلمہؓ بن مخلد، ابو سعیدؓ خدری، محمدؓ بن مسلمہ، نعمانؓ بن بشیر، زیدؓ بن ثابت، رافعؓ بن خدیج، فضالہؓ بن جلید، کعبؓ بن عجرہ، شامل ہیں۔ نے حضرت علیؓ کی بیعت نہ کی۔

هرب القوم من المدینه الی الشام ولم یبایعوا علیا ولم یبایعه قدامه بن مظعون وعبد الله بن سلام والمغیرة بن شعبه۔ (طبری، ج، ۵، ص ۱۵۴)

ترجمہ:۔ مدینہ سے ایک جماعت شام چلی گئی۔ اور انہوں نے حضرت علیؓ کی بیعت نہیں کی۔ حضرت قدامہ بن مظعونؓ عبداللہ بن سلامؓ اور مغیرہ بن شعبہ (پاڈی گارڈ رسولؐ) نے

حضرت علیؓ سے بیعت نہیں کی۔

فلم یبایعوہ منھم سعد بن ابی وقاص ومنھم ابن عمر وصھیب وزید بن ثابت ومحمد بن مسلمۃ وسلمۃ بن وقش واسامۃ بن زید۔ (طبری، ج ۵، ص ۱۵۵)

ترجمہ: جن لوگوں نے حضرت علیؓ کی بیعت نہیں کی ان میں حضرت سعدؓ بن ابی وقاصؓ، حضرت عبداللہ عمرؓ، حضرت صہیبؓ، زیدؓ بن ثابتؓ، محمدؓ بن مسلمہؓ، سلمہؓ بن وقشؓ اور اسامہؓ بن زیدؓ شامل ہیں۔

قاتلانِ عثمانؓ سبائیوں نے مدینہ طیبہ میں خوف وہراس کی فضا پیدا کر رکھی تھی۔ اور انہوں نے بعض اکابر صحابہ سے جبراً حضرت علیؓ کی بیعت لی۔ ملاحظہ ہو:

عن سعد قال قال طلحۃ بایعت والسیف فوق راسی فقال سعد لا ادری والسیف علی راسہ ام لا الا انی اعلم انہ بایع کارھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۱۵۴)

ترجمہ: سعدؓ بن ابی وقاص بیان فرماتے ہیں کہ حضرت طلحہؓ نے کہا کہ میں نے (حضرت علیؓ کی) بیعت کی تھی اس حال میں، کہ تلوار میرے سر پر تھی۔ حضرت سعدؓ فرماتے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ تلوار ان کے سر پر تھی یا نہیں۔ مگر یہ جانتا ہوں کہ انہوں (حضرت طلحہؓ) نے مجبوراً بیعت کی تھی۔

اوپر دیئے گئے حالات وواقعات سے یہ بات واضح ہو کر سامنے آئی کہ حضرت علیؓ کی بیعت خلافت غیر معمولی

حالات و واقعات میں انعقاد پذیر ہوئی۔ اور ان کے باوجود مدینہ کے لوگوں کی ایک بڑی تعداد نے جو نصف کے قریب تھی۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا کی سرگردگی میں ہزاروں صحابہؓ و تابعین اور حضرت امیر معاویہؓ کی سرگردگی میں شام کے پورے علاقے نے (جس میں آج کا شام، لبنان اردن۔ اور اسرائیل شامل ہیں۔) حضرت علیؓ کی بیعت نہیں کی تھی۔ اس تمام تر کھلی حقیقت کے باوجود اہل سنت نے کبھی حضرت علیؓ کے آئینی خلیفہ ہونے کا انکار نہیں کیا۔ اور نہ ہی حضرت امیر معاویہؓ نے کبھی حضرت علیؓ کی زندگی میں خود کو امیر المؤمنین کہلوایا۔؟

مدینہ منورہ شروع کی تمام خلافتوں کے انعقاد میں اہم مقام رکھتا ہے۔ اور اہل مدینہ کی بیعت ہی کو باقی صوبجات مملکت اسلامیہ میں کافی تصور کرتے ہوئے اس کی توثیق کی جاتی تھی۔ حضرت علیؓ کی بیعت خلافت مدینہ منورہ میں اگرچہ نامکمل طور پر ہوئی تھی۔ پھر بھی اسے ہی ان کی خلافت کے لئے کافی سمجھا گیا۔ اور لاکھوں افراد کے بیعت نہ کرنے کے باوجود (جن میں عشرہ مبشرہ اور دوسرے جلیل القدر صحابہ شامل تھے) آپ کو خلیفہ راشد ہی مانا گیا۔

خلافت چہارم کا انعقاد پہلی تین خلافتوں سے مختلف حالات میں عمل میں آیا۔ اور یہیں یہاں بھی چھٹہ صاحب موصوف کے پسندیدہ نظام پارلیمانی نظام حکومت کی

کوئی جھلک نظر نہیں آتی ہے۔

خلافت پنجم

حضرت علیؓ کو عبدالرحمٰن بن ملجم خارجی نے کوفہ کی جامع مسجد میں خنجر مار کر زخمی کر دیا۔ آپ کے ہمراہیوں نے آپ کے زخموں کو کاری دیکھتے ہوئے اس خیال سے کہ اب آپ بچ نہ سکیں گے۔ عرض کیا۔ کیا ہم آپ کے بعد حضرت حسنؓ کو خلیفہ بنالیں۔؟ تو آپ نے فرمایا۔

وذکر ان جندب بن عبد اللہ دخل علی علیؑ فسألہ فقال یا امیر المؤمنین ان فقدناك ولا نفقدك فنبایع الحسن فقال لا آمرکم ولا انھاکم۔

(طبری، ج، ۶، ص۸۵)

ترجمہ:۔ اور بیان کیا گیا۔ کہ جندب بن عبداللہ حضرت علیؓ کے پاس آئے اور کہا اے امیر المومنین اگر ہم آپ کو کھو دیں۔ (آپ فوت ہو جائیں) اور خدا کرے ہم آپ کو نہ کھوئیں۔ تو کیا ہم حضرت حسنؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لیں۔ تو آپ نے فرمایا۔ میں نہ اس کا حکم کرتا ہوں اور نہ اس سے روکتا ہوں۔

فقال جندب بن عبد اللہ۔ یا امیر المؤمنین ان مت نبایع الحسن ؟ فقال لا آمرکم وانھاکم انتم ابصر۔ (البدایہ والنہایہ، ج، ۷، ص۳۲۸۔)

ترجمہ:۔ جندب بن عبداللہ نے کہا اے امیر المومنین اگر

Marfat.com

آپ فوت ہو جائیں تو ہم حسنؓ سے بیعت کر لیں حضرت علیؓ نے فرمایا میں نہ تمہیں اس کا حکم دیتا ہوں۔ اور نہ منع کرتا ہوں۔

ودخل علیہ الناس یسالونہ فقالو یا امیر المؤمنین ارایت ان فقدناك ولا نفقدك۔ انبایع الحسن؟ قال لا آمرکم ولا انھاکم وانتم ابصر۔

(مروج الذہب، ج ۲، ص ۴۲۵)

ترجمہ:۔ اور لوگ حضرت علیؓ کے پاس آئے۔ آپ سے پوچھتے تھے۔ انہوں نے کہا۔ اے امیر المومنین ہمیں مشورہ دیں اگر ہم آپ کو کھو دیں۔ (فوت ہو جائیں) اور ہم آپ کو نہ گم کریں۔ کیا ہم حسنؓ کی بیعت کر لیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ نہ میں تمہیں اس کا حکم دیتا ہوں اور نہ اس سے روکتا ہوں۔ اور تم اپنے حالات کو زیادہ سمجھتے ہو۔

اوپر دئیے گئے حوالہ جات سے یہ بات واضح ہو کر سامنے آئی ہے کہ حضرت علیؓ سے جب ان کے بعد حضرت حسنؓ کی بیعت خلافت کے بارے میں پوچھا گیا۔ تو انہوں نے اس بارے میں اپنی طرف سے کوئی فیصلہ کرنے میں تامل برتا۔ مگر انہوں نے حضرت حسنؓ کو اپنے بعد خلیفہ بنانے سے لوگوں کو منع نہیں کیا۔ اگر باپ کے بعد بیٹے کا خلافت کی مسند پر آنا اسلام میں جائز اور درست نہ ہوتا تو

حضرت علیؓ اس بارے میں دوٹوک فرمادیتے اور اپنے ہمراہیوں کو اس سلسلہ میں صاف منع فرمادیتے کہ چونکہ باپ کے بعد بیٹے کے مسند خلافت پر آنے سے یہ بادشاہت اور ملوکیت میں بدل جائے گی۔ اور باپ کے بعد بیٹے کا مسند خلافت پر آنا اسلام کے خلاف اور ناجائز ہے۔ اس لئے تم میرے بعد حسنؓ کو خلیفہ نہ بنانا۔ مگر چونکہ اسلام میں ایسا کوئی واضح حکم موجود نہیں ہے کہ جس سے باپ کے بعد بیٹے کا خلیفہ یا امام بننا ناجائز ٹھہرتا ہو۔ اس لئے حضرت علیؓ نے اپنے حواریوں کے سوال پر اس معاملے کو ان کے سپرد کر دیا۔ کہ اگر وہ حضرت حسنؓ کو اس کا اہل پاتے ہیں۔ تو بیعت خلافت کر لیں۔ اور اگر وہ انہیں اس کے خلاف پاتے ہوں۔ تو امیر نہ چنیں۔

دوسری بات یہ بھی سامنے آتی ہے کہ حضرت علیؓ کے ساتھی بھی باپ کے بعد بیٹے کا خلافت پر متمکن ہونا جائز سمجھتے تھے۔ اسی لئے انہوں نے آپ سے حضرت حسنؓ کو نامزد کرنے کی درخواست کی۔

بہر حال اسلام میں خلیفہ کی نامزدگی کا جواز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ایک اجماعی مسئلہ تھا۔ اور حضرت علیؓ کے بعد حضرت حسنؓ کے خلیفہ بن جانے سے باپ کے بعد بیٹے کا خلافت پر آنا بھی ایک اجماعی مسئلہ تسلیم

ہوا۔ حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے بعد یزیدؔ کو نامزد کرتے وقت انہی دو مثالوں کو سامنے رکھا۔ اور اس سلسلہ میں انہوں نے ولی عہدی یزیدؔ کے معاملہ کو احتیاطاً پورے عالم اسلام میں رائے شماری کے بعد پختہ کر دیا۔ امیر معاویہؓ اگر صرف دارالحکومت دمشق کے ارباب حل وعقد کے مشورہ کے بعد یزیدؔ کو ولی عہد نامزد کر دیتے تو ان کے لئے صرف یہی کافی ہوتا۔ اس کے لئے پہلے سے یہ اصول کار فرما رہا ہے۔ کہ دارالحکومت کی بیعت ہی انعقاد خلافت کے لئے کافی تصور کی جاتی رہی۔ حضرت علیؓ نے حضرت امیر معاویہؓ کو خطوط لکھے تھے۔ ان میں اپنی خلافت کے استحقاق کے طور پر اہل مدینہ کی بیعت کو (جو اگرچہ نامکمل تھی) پیش کیا تھا۔ کیونکہ اصحاب شوریٰ اور ارباب حل وعقد مدینہ میں موجود تھے۔

جب مدینہ منورہ کے بعد حضرت علیؓ نے کوفہ کو دارالحکومت بنایا۔ تو اب یہ استحقاق کوفہ کو منتقل ہو گیا۔ جب حضرت حسنؓ کی بیعت خلافت ہوتی ہے۔ تو وہ بھی کوفہ کے لوگوں کے بیعت کرنے سے خلیفہ چنے جاتے ہیں۔ جب کہ اس وقت ان کے زیر قبضہ علاقہ کی حیثیت ایک بڑے سمندر میں صرف ایک جزیرے کی سی رہ گئی تھی۔ پورا شام کا علاقہ۔ مصر۔ شمالی افریقہ۔ حجاز مقدس۔ یمن کا علاقہ سب امیر معاویہؓ کے زیر تسلط

تھے ۔ حضرت علیؓ کے آخری دور میں آپ کی حکومت صرف کوفہ اور نواحی علاقہ پر رہ گئی تھی ۔

آج تک اہلسنت نے حضرت حسنؓ کے انتخاب کو بحث کا موضوع نہیں بنایا ۔ اور جب حضرت حسنؓ نے خلافت کو اپنے والد کی وصیت کے مطابق حضرت امیر معاویہؓ کے سپرد کر دیا ۔ تو اب کوفہ کی بجائے دمشق دارالحکومت قرار پاگیا ۔ اور انتخاب امیر کا حق اب کوفہ سے شام کو منتقل ہو گیا ۔ چونکہ حضرت علیؓ کے دور خلافت میں باہمی لڑائیاں ہو چکی تھیں ۔ اس لئے حضرت امیر معاویہؓ کے سامنے صلح حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہؐ کے باڈی گارڈ کا شرف حاصل کرنیوالے صحابی حضرت مغیرہؓ بن شعبہؓ نے جب ولی عہدی کی تجویز پیش کی تو انہوں نے اس پر عملدرآمد کرنے کی بجائے پورے عالم اسلام سے پورے پانچ سال تک اس پر آراء طلب کیں ۔ اور جب امت کی اکثریت نے اس کی تائید کی تو پھر امیر یزیدؒ کو ولی عہد نامزد فرمایا ۔

وفی سنة تسع وخمسين وفد على معاوية وفد الامصار من العراق وغيرها ۔ فكان ممن وفد من اهل العراق الاحنف بن قيس فی آخرين من وجوه الناس (مروج الذہب، ج ۳، ص ۲۷)

ترجمہ:۔ اور ۵۹ھ میں حضرت امیر معاویہؓ کے پاس عراق اور مختلف شہروں سے وفود آئے۔ اور جو لوگ عراق سے آئے تھے۔ اس میں دوسرے سردار لوگوں کے علاوہ حضرت احنف بن قیس بھی تھے۔

یہاں پر مسعودی کو غلطی لگی ہے۔ کہ ۵۹ھ نہیں ہے بلکہ ۵۶ھ ہے۔ طبری وغیرہ نے بھی یہی لکھا ہے۔

وفیھا دعا معاویۃ الناس الی بیعۃ ابنہ یزید من بعدہ وجعلہ ولی العھد۔ (طبری، ج ۶، ص ۱۶۹)

ترجمہ:۔ اور اس ۵۶ھ میں حضرت امیر معاویہؓ نے لوگوں سے اپنے بیٹے یزید کے لئے خلافت کی بیعت لی اور انہیں ولی عہد بنایا۔

وشرع معاویۃ فی نظم ذالک والدعا الیہ وعقد البیعۃ لولدہ یزید وکتب الی الآفاق بذالک فبایع لہ الناس فی سائر الاقالیم۔ (البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۷۹)

ترجمہ:۔ اور حضرت معاویہؓ نے ولی عہدی کی بیعت کے لئے اور لوگوں کو اس کی طرف دعوت دینے کے لئے اقدامات شروع کئے۔ اور اپنے بیٹے یزید کے لئے بیعت (ولی عہدی) لی۔ اور مختلف علاقوں صوبہ جات کی طرف اس بارے میں لکھا۔ پس لوگوں نے تمام صوبوں میں بیعت ولی عہدی کر لی۔

حضرت امیر معاویہؓ نے ولی عہدی کی تکمیل کے بعد جو دعا کی تھی وہ اس بات کی مظہر ہے کہ ان کا یہ اقدام امت کی فلاح وبہبودی کے لئے تھا۔ اور اس میں کسی قسم کی شفقت پدری شامل نہ تھی۔ سبائیوں نے اور انکے ہمنوا مورخوں نے جو بے سرو پا باتیں لکھی ہیں۔ حضرت امیر معاویہؓ اور ان کے رفقاء حضرات صحابہ کرام اس قسم کی باتوں سے بالا و برتر تھے۔

اللھم ان کنت تعلم انی ولیتہ لانہ فیما اراہ اھل لذالک فاتمم لہ ماولیتہ وان کنت ولیتہ لانی احبہ فلا تمم لہ ماولیتہ۔

(البدایہ والنہایہ، ج، ۸، ص۸۰)

ترجمہ:۔ اے اللہ تو جانتا ہے۔ اگر میں نے یزیدؔ کو اس لئے ولی عہد بنایا ہے۔ کہ وہ اس کا اہل ہے تو اس ولی عہدی کے کام کو پورا فرما۔ اور اگر میں نے اس کی محبت کی وجہ سے ولی عہد مقرر کیا ہے تو اس ولی عہدی کو پورا نہ فرما۔

غرض حضرت امیر معاویہؓ نے امت کی فلاح کے لئے صحابہؓ کے مشورہ سے اور مزید پوری مملکت اسلامیہ سے مشاورت کے بعد امت کی اکثریت کو اس تجویز سے متفق پاتے ہوئے۔ امیر یزیدؔ کو ولی عہد نامزد کیا جو بالکل جائز اور درست تھا۔ اس مسئلہ پر عظیم الشان

اجماع امت ہوا۔ کیونکہ یہ معاملہ پہلی خلافتوں میں عمل میں آچکا تھا۔ کہ نامزدگی کا مسئلہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دور سے ہی اجماعی تھا۔ اور باپ کے بعد بیٹے کا خلافت پر آنا حضرت علیؓ کے بعد حضرت حسنؓ کے مسند خلافت پر آنے سے اجماعی مسئلہ بن چکا تھا۔ اور حضرت امیر معاویہؓ اس معاملہ میں مکمل طور پر با اختیار تھے۔ کہ وہ امت کی فلاح کے لئے جسے چاہتے اپنی صوابدید سے امیر نامزد فرما دیتے۔ کیونکہ جس ہستی کو اس کی زندگی میں امت کے معاملات کا امین تسلیم کیا گیا ہے۔ اگر وہ اپنی زندگی کے بعد کے لئے بھی کوئی فیصلہ کر جائے تو وہ اسی طرح واجب التعمیل ہے۔ جس طرح اس کی زندگی میں تھا۔

حضرت امیر معاویہؓ کا یہ کمال تدبر تھا کہ انہوں نے اس معاملہ میں بھی احتیاط سے کام لیتے ہوئے مملکت اسلامیہ کے صوبہ جات سے رائے لی۔ اور پورے پانچ سال اس معاملہ کی تکمیل میں صرف ہوئے۔ مسئلہ ولی عہدی ۵۱ھ میں زیر غور آیا۔ اور ۵۶ھ میں اس کی تکمیل ہوئی۔ اور چند اشخاص کے بیعت ولی عہدی نہ کرنے سے اس کی آئینی حیثیت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ جس طرح امت کا ایک بڑا حصہ حضرت علیؓ اور بعد ازاں حضرت حسنؓ کی بیعت نہیں کرتا ہے۔ اس کے

باوجود اہل سنت انہیں خلیفہ تسلیم کرتے ہیں۔ حالانکہ جن لوگوں نے حضرت علیؓ کی بیعت خلافت سے توقف کیا تھا۔ ان میں عشرہ مبشرہ میں سے صحابہؓ۔ امہات المومنینؓ اور دیگر اکابر صحابہؓ تھے۔ جو امیر یزیدؒ کی بیعت ولی عہدی نہ کرنے والوں سے اور بعد ازاں ان کی بیعت خلافت نہ کرنے والوں سے مقام و مرتبہ میں بدرجہا بلند تر تھے۔ جس طرح اکابر صحابہؓ کا اجتہاداً حضرت علیؓ کی بیعت خلافت سے توقف ان کی خلافت کی آئینی حیثیت کو متاثر نہیں کرتا۔ اسی طرح حضرت حسینؓ اور حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ کا امیر یزیدؒ کی بیعت خلافت نہ کرنا ان کی خلافت کی آئینی حیثیت کو متاثر نہیں کرتا۔

علاوہ ازیں بعض کتب میں حضرت علیؓ کی طرف سے اپنے آخری وقت میں ایسی وصیتیں بھی درج ہیں جن سے ان کی طرف سے حضرت حسنؓ کی نامزدگی کا ثبوت ملتا ہے۔ اگرچہ حضرت امیر معاویہؓ کے لئے اب تک کی گفتگو سے ہی ولی عہدی کا جواز موجود تھا۔ مگر حضرت علیؓ کی طرف سے حضرت حسنؓ کو خلیفۃ الاموات کے الفاظ سے مخاطب کیا گیا۔ جو ایک طرح سے ولی عہدی کے لئے نامزدگی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

ومن وصية له عليه السلام من الوالد الفان - المقر للزمان المدبر العمر المستسلم للدهر - الذام للدنيا - الساكن مساكن الموتى الظاعن عنها غدا - الى المولود المؤمل ما لا يدرك السالك سبيل من قد هلك - غرض الاسقام و رهينة الايام و رمية المصائب وعبد الدنيا وتاجر الغرور وغريم المنايا - واسير الموت وحليف الهموم وقرين الاحزان - ونصب الآفات وصريع الشهوات وخليفة الاموات -

ترجمہ:- یہ وصیت نامہ اس باپ کی طرف سے ہے جو فنا کے قریب اور (سختی ہائے) زمانہ کا معترف ہے - جو زندگی کو پشت دکھانے والا ہے - جو حوادث روزگار کے سامنے سپرانداز ہے - دنیا کی مذمت کرنے والا ہے - اور شہر خموشاں میں جا بسنے والا ہے - اس کا نقارۂ کوچ بجنے والا ہے -

(یہ وصیت) اس بچے کے لئے ہے - جو نہ حاصل ہونے والی آرزو کا خواہاں ہے - اور ہلاک شدگان کے راستے پر چلنے والا ہے - بیماریوں کا ہدف - رہین ستم ہائے روزگار - مصائب کی آماجگاہ بندۂ دنیا اور فریب کا سوداگر - گرفتار آرزوہا - اسیر موت

تفکرات کا ساتھی - حزن و ملال سے متصل ہے۔ آفتوں کا نشانہ - خواہشات کا پچھاڑا ہوا - اور مرنے والوں کا جانشین ہے۔ ترجمہ و شرح نہج البلاغہ - ص ۷۹۰۔۷۹۰

ملا باقر مجلسی گواہ ہے

ملا باقر مجلسی اپنی مشہور تصنیف جلاء العیون میں رقم طراز ہیں۔

ہنگام وفات امیرالمؤمنین شد۔ امام حسن را با سائر فرزنداں و شیعیان خود طلبید و امام حسن را وصی و خلیفہ خود گردانید۔

ترجمہ:۔ امیرالمؤمنین (علیؑ) نے اپنی موت کے وقت امام حسن کو اپنے تمام فرزندوں اور اپنے شیعوں سمیت طلب کیا۔ اور امام حسن کو اپنا وصی اور خلیفہ مقرر کیا۔ (جلاء العیون؛ ص ۲۴۲ - مطبوعہ تہران)

مزید ملاحظہ ہو۔

پس حضرت بر منبر نشست و عبداللہ بن عباس برخاست گفت ای گروہ مرداں این فرزند پیغمبر شما است و وصی امام شما است با او بیعت کنید پس مردم اجابت او کردند۔

ترجمہ:۔ پس حضرت (حسنؑ) منبر پر بیٹھے اور عبداللہ بن عباس اٹھے - فرمایا اے بہادروں کی جماعت یہ تمہارے پیغمبر کے فرزند ہیں - اور تمہارے امام

کے وصی ہیں۔ ان سے بیعت کرو۔ پس لوگوں نے اسے قبول کیا۔ (بیعت کرلی۔ (جلاء العیون، ص ۲۵۰، مطبوعہ تہران)

اب تک پیش کیے جانے والے دلائل سے یہ بات بخوبی واضح ہو چکی ہے کہ مسئلہ ولی عہدی امت مسلمہ میں ایک متفق علیہ مسئلہ ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت امیر معاویہؓ کا طرز عمل اپنے پیشرو خلفاء سے مختلف نہ تھا۔ انہوں نے نامزدگی میں ابو بکرؓ و عمرؓ کے طرز عمل کو پیش نظر رکھا۔ تو باپ کے بعد بیٹے کی نامزدگی میں حضرت علیؓ کے طرز عمل کو مدنظر رکھا۔ اگر باپ کے بعد بیٹے کا خلافت پر آنا محمود عمل ہے اور جائز ہے۔ تو امیر معاویہؓ نے کوئی جرم نہیں کیا ہے۔ امت کی فلاح کے لئے جو قدم اٹھایا ہے وہ درست ہے۔ اور اگر باپ کے بعد بیٹے کا خلافت پر آنا مکروہ ہے اور اس سے خلافت بادشاہت میں بدل جاتی ہے تو یہ "جرم" حضرت علیؓ سے مرزد ہو چکا ہے۔ پھر خلافت کو ملوکیت میں بدلنے کی ذمہ داری ان پر ڈالی جائے۔ فیصلہ قارئین پر ہے جو چاہیں فیصلہ کریں۔

ایک غلط فہمی

جب امیر یزید کی خلافت کا ولی عہدی کا معاملہ زیر بحث

آتا ہے تو کچھ لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ مسئلہ ولی عہدی کے حامی اور امیر یزیدؒ کو خلیفہ و امام تسلیم کرنے والے حضرت حسینؓ کے مقابلہ میں امیر یزیدؒ کو افضل تصور کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ ایک طے شدہ بات ہے کہ حسینؓ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کا شرف حاصل ہے۔ اور اس وجہ سے آپ ان تمام اعزازات کے حامل ہیں جو حضورؐ کو دیکھنے سے کسی بھی شخص کو حاصل ہوتے ہیں۔

جہاں تک امیر یزیدؒ کا تعلق ہے۔ ان کی پیدائش ۲۰ھ میں دورِ خلافت فاروقی میں ہوئی ہے۔ اس طرح وہ تابعین کے زمرے میں آتے ہیں۔ اور تابعی کا درجہ بہر حال صحابی سے کم ہوتا ہے۔ اور یہ بات خود حضورؐ کے طرزِ عمل سے ثابت ہے کہ آپ نے اپنی زندگی میں تقویٰ و پرہیز گاری سے قطع نظر افضل کو نظر انداز کر کے کم تر درجہ۔ اور سابقون الاولون کو چھوڑ کر نئے اسلام میں داخل ہونے والے بزرگوں کو ان کی انتظامی اور قائدانہ صلاحیتوں کی بنا پر گورنر و والی بنایا۔ حضرت امیر معاویہؓ نے صحابہؓ کے مشورے اور عظیم الشان استصواب رائے سے ملکی مصالح کو مد نظر رکھتے ہوئے امیر یزیدؒ کو جو مقام و مرتبہ میں حضرت حسینؓ کے بوجہ صحابی ہونے کے کم تر تھے۔

ولی عہد نامزد کر دیا تھا۔ تو ان کا یہ اقدام عین اسلام اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل کے مطابق تھا۔ اس وقت اس بات کا خطرہ موجود تھا کہ حضرت امیر معاویہؓ کے انتقال کے بعد وہ عناصر جنہوں نے اس سے قبل جنگ جمل اور صفین بھڑکا کر مسلمانوں کے خون کو ارزاں کیا تھا۔ پھر سرگرم عمل ہو کر مسلمانوں کو کسی نئی خانہ جنگی میں نہ مبتلا کر دیں۔ یہ بات اب تاریخ کے صفحات پر آچکی ہے۔ کہ حضرت حسنؓ نے جب امیر معاویہؓ سے صلح کر کے امر خلافت ان کے سپرد کر دیا۔ تو اس وقت کوفی حضرت حسینؓ کے پاس آئے اور انہیں اپنی حمایت و امداد کی یقین دہانی کرائی مگر آپ نے ان کی باتوں پر عمل کرتے ہوئے خلافت کے لئے نکلنے سے ان الفاظ میں انکار کیا تھا۔

اب صلح ہو گئی ہے۔ اور بیعت کر لی گئی ہے۔ اسلئے ہمیں اس وقت تک انتظار کرنا چاہیئے۔ جب تک یہ شخص موجود ہے۔ (امیر المؤمنین امیر معاویہؓ) جب یہ مر جائے گا تو ہم بھی دیکھیں گے۔ تم بھی دیکھنا۔

(مقتل ابی مخنف اردو، ص ۴۷)

حضرت حسنؓ کی وفات پر تعزیتی خط میں بھی کوفیوں نے حضرت حسینؓ کو لکھا تھا۔ ہم آپ کے حکم کے منتظر ہیں۔

ہم آپ کے شیعہ آپ کی اس مصیبت میں برابر
کے غم خوار ہیں۔ آپ کے رنج سے ہم رنجور ہوتے
ہیں۔ اور آپ کی مسرت پر مسرور۔ ہم آپ کے حکم
کے منتظر ہیں۔ خدا تعالیٰ آپ کا سینہ کھول دے۔
آپ کی شان بلند کرے۔ آپ کی قدر بڑھائے۔
اور آپ کو آپ کا حق واپس دلائے"۔
(مقتل ابی مخنف اردو، ص۴۹)

علاوہ ازیں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ جو
عرصہ دراز سے کوفہ کے گورنر چلے آرہے تھے۔ ان
لوگوں کی بدفطرت سے آگاہ تھے۔ اس لئے انہوں
نے ہی اوّلاً حضرت امیر معاویہؓ کو ولی عہدی کا مشورہ
دیا تھا۔ جس پر حضرت امیر معاویہؓ نے عظیم الشان
رائے شماری کے بعد عمل کیا۔ تاکہ یہ معاملہ امت کا
اجماعی اور متفقہ فیصلہ بن جائے۔

آگے چلنے سے پیشتر مناسب ہے کہ افضل کو چھوڑ
کر کمتر کو عہدہ و ولایت پر مامور کرنے کی سنت نبوی
کی نظیر درج کر دی جائے۔

۱۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت یزیدؓ رضی
اللہ عنہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو تیماء کا والی بنایا۔
جبکہ آپ فتح مکہ کے بعد اسلام لائے تھے۔ اور مقام
و مرتبہ کے اعتبار سے آپ سے زیادہ بزرگ موجود

تھے۔ (تاریخ اسلام، ص۹۹، شاہ معین الدین ندوی)

۲۔ ا۔ صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف الاموی ابو سفیان والد معاویۃ واخواتہ............ وذکر ابن اسحاقؒ ان النبیؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارسلہ الی مناۃ بقد ید فھد مھا وقال العسکری ولاہ نجران وصدقات الطائف۔ (تہذیب التہذیب، ج،۴، ص۴۱۲)

ترجمہ:۔ صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف اموی ابو سفیان معاویہؓ اور ان کے بھائیوں کے والد.......... ابن اسحاق نے ذکر کیا۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو سفیانؓ کو کلہاڑا دے کر منات بت کی طرف بھیجا۔ پس ابو سفیانؓ نے اسے منہدم کر دیا۔ اور عسکری نے بیان کیا۔ کہ حضورؐ نے اسے (ابو سفیانؓ کو) علاقہ نجران اور طائف کے صدقات پر والی مقرر فرمایا۔"

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہؓ کو کاتب وحی، حضرت ابان بن سعید اموی کو والی بحرین مقرر فرمایا۔

الغرض رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مختلف علاقوں کے والی مقرر کرتے وقت قدیم الاسلام یا تقویٰ و پرہیزگاری کے لحاظ سے اعلیٰ مرتبہ پر فائز

ہونے کے باوجود نئے مسلمان ہونے والے اور کم مرتبہ والے لوگوں کو ان کی قائدانہ صلاحیتوں کی بنا پر آگے بڑھایا۔ اور ان میں بھی اسی فیصد افراد خاندان بنی امیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ کیونکہ قریش قبیلہ میں اموی خاندان عرصہ سے قیادت و سرداری کا فریضہ سرانجام دیتا چلا آرہا تھا۔ اور یہ لوگ طرز جہانگیری و جہانبانی سے عملی طور پر آگاہ و تربیت یافتہ تھے۔ چنانچہ حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے آخری دور میں اہل کوفہ کی تخریب و سازش پسند فطرت سے واقف ہوتے ہوئے صحابہؓ کے مشورے سے ایک عظیم الشان رائے شماری کے بعد امیر یزید کو ولی عہد نامزد کر کے ان کے لئے بیعت لے لی۔ تاکہ فتنہ پرور لوگوں کو ملت اسلامیہ میں انتشار و افتراق پھیلانے کا موقع نہ مل سکے۔ اگر حضرت حسینؓ خوش فہمی میں مبتلا ہو کر اہل کوفہ کے جھوٹے وعدوں پر اعتماد نہ کرتے اور صحابہؓ کے مشوروں کے مطابق کوفہ نہ جاتے تو ملت اسلامیہ اس حزن انگیز سانحے سے دوچار نہ ہوتی۔ جس نے بعد میں سیاسی اختلاف سے چل کر مذہبی اختلاف کی صورت اختیار کی۔ اور جب سے لے کر اب تک کئی کروڑ افراد اس مذہبی اختلاف کی بھینٹ چڑھ چکے ہیں۔

علاوہ ازیں اسی غیر منصفانہ اور متعصبانہ
جانبداری نے ہماری ملی
تاریخ کو بھی گرد آلود کر کے
رکھ دیا۔



باب دوم

کردار امیر المومنین یزیدؒ

بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ امیر معاویہؓ نے امیر یزیدؒ کو نامزد کرنے میں خطا کی ہے۔ کیونکہ امیر یزیدؒ کا ذاتی کردار درست نہ تھا مگر یہ بھی ان کی بے خبری ہے۔ اور اس غلط پروپیگنڈے کا اثر ہے۔ جو کہ جھوٹے۔ قصہ گو قسم کے راویوں نے پھیلایا ہے حالانکہ اصل صورت حال یہ ہے کہ امیر المومنین یزیدؒ مجاہد و غازی ہیں۔ امیر الحاج بن کر نہ صرف خود حج کرتے رہے بلکہ ان کی ماتحتی میں لاکھوں صحابہؓ و تابعینؒ نے حج کئے۔ نماز کے پابند۔ نیکی کے کاموں میں جلد بازی کرنے والے۔ سنت رسول کو لازم پکڑنے والے۔ اپنے خاندان کے صالح ترین فرد تھے۔ وہ صحابہؓ و تابعینؒ کے امام الصلوٰۃ تھے۔ حدیث کے راوی۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے وصی تھے۔ شجاعت و بہادری۔ فصاحت و شعر گوئی۔ خوب صورت و خوب سیرت۔ حلیم و کریم۔ نرم طبعی اور شفقت

؟ ؟

و مہربانی جیسی اچھی صفات کے مالک تھے۔ مذکورہ بالا اوصاف کے سلسلہ میں ذیل میں تفصیل سے شہادتیں درج کی جا رہی ہیں۔

امیر المجاہدین

ان یزید بن معاویة کان امیراعلی الجیش الذی غزافیه ابو ایوب فدخل علیه عند الموت فقال له۔ اذا انامت فاقرأ علی الناس منی السلام واخبرهم انی سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول من مات لایشرك باللّٰه شیئاً جعله اللّٰه فی الجنة ویطلقوا فیعبد دنی فی ارض الروم ما استطاعوا۔

(البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۵۸، ۵۹)

ترجمہ: بے شک یزیدؒ بن معاویہؓ اس لشکر کے سردار تھے۔ جس میں میزبان رسولؐ حضرت ابو ایوبؓ انصاری نے حصہ لیا تھا۔ امیر یزیدؒ ان کی موت کے وقت ان کے پاس گئے۔ حضرت ابو ایوبؓ نے فرمایا جب میری موت واقع ہو جائے تو لوگوں کو میری طرف سے سلام کہنا۔ اور ان کو یہ خبر دینا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "جو آدمی اس حال میں فوت ہوا کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کر دیں گے"۔ اور مجھے رومیوں کی سرزمین

ہیں جہاں تک ہو سکے دور تک لے جا کر دفن کرنا۔

وفیہا کانت غزوۃ یزید بن معاویۃ الروم حتیٰ بلغ قسطنطنیہ ومعہ ابن عباس وابن عمرو ابن الزبیر وابو ایوب الانصاری۔

(طبری، ج، ۶، صفحہ ۱۳۰)

ترجمہ:۔ اور اس سال (۴۹ھ) میں یزیدؒ بن معاویہؓ نے رومی علاقوں پر حملہ کیا۔ یہاں تک کہ قسطنطنیہ تک پہنچ گیا۔ اس جہادی مہم میں اس کے ساتھ عبداللہؓ بن عمرؓ۔ عبداللہؓ بن عباسؓ۔ عبداللہؓ بن زبیرؓ۔ اور ابو ایوبؓ انصاری بھی شامل تھے۔

ان ابا ایوب قال لیزید بن معاویۃ حین دخل علیہ: اقری الناس منی السلام ولینطلقوا بی فلیبعد واما استطاعوا قال فحدث یزید الناس بما قال ابو ایوب فاستسلم الناس فانطلقوا بجنازتہ ما استطاعوا۔

ترجمہ:۔ حضرت ابو ایوبؓ انصاری رضی اللہ عنہ نے یزیدؒ بن معاویہؓ سے کہا۔ جب وہ انہیں (مرض الموت میں) ملنے آیا۔ میری طرف سے لوگوں کو سلام کہنا۔ اور جنازہ کو دشمن کی سرزمین میں جس قدر ہو سکے دور تک لے جانا۔ پس یزیدؒ نے یہ بات لوگوں سے بیان کی۔ لوگوں نے اس کو تسلیم

کرتے ہوئے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے جنازہ کو جتنا دور تک لے جا سکتے تھے لے کر گئے۔ (قسطنطنیہ شہر کی فصیل کے پاس) دفن کیا۔ (طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۴۸۵)

اس تاریخی جہاد میں اس وقت کی معروف و ممتاز شخصیات مثلاً حضرت ابو ایوبؓ انصاری میزبان رسولؐ۔ عبداللہ بن عمرؓ۔ عبداللہ بن عباسؓ۔ عبداللہ بن زبیرؓ۔ اور خود حضرت حسینؓ بھی امیر یزیدؒ کی زیر قیادت شریک تھیں۔

طبری رقمطراز ہے

مشہور شیعہ مورخ ابن جریر طبری اپنی مشہور کتاب تاریخ الامم والملوک المعروف تاریخ طبری میں ۴۹ھ کے مشہور واقعات درج کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وفیھا کانت غزوۃ یزید بن معاویۃ الروم حتی بلغ قسطنطنیہ ومعہ ابن عباس وابن عمر وابن الزبیر وابو ایوب الانصاری۔

ترجمہ:۔ اس سال ۴۹ھ میں یزید بن معاویہؒ نے رومی علاقوں پر جہاد کیا۔ یہاں تک کہ وہ قسطنطنیہ تک پہنچ گئے۔ اس جہادی مہم میں اس کے ساتھ عبداللہؓ بن عباسؓ۔ عبداللہؓ بن عمرؓ۔ عبداللہؓ بن زبیرؓ

اور حضرت ابوایوبؓ انصاری بھی تھے۔

کان اول من غزا مدینۃ قیصر یزید بن معاویہ ومعہ جماعۃ من سادات الصحابۃ کابن عمر وابن عباس وابن الزبیر وابی ایوب الانصاری

ترجمہ:۔ مدینہ قیصر (قسطنطنیہ) پر سب سے پہلے جہاد کرنے والا شخص یزیدؒ بن معاویہؓ تھا۔ اور ان کے ساتھ بزرگ صحابہؓ مثلاً عبداللہؓ بن عمرؓ، عبداللہؓ بن عباسؓ۔ عبداللہؓ بن زبیرؓ۔ اور حضرت ابوایوبؓ انصاری سمیت صحابہؓ کی ایک جماعت بھی تھی۔ (ارشاد الساری شرح بخاری شریف، پ۱۱، باب ماقیل فی قتال روم)

حسینؓ لشکر یزیدؒ میں

جہاد قسطنطنیہ میں دوسرے اکابر کے علاوہ خود حضرت حسینؓ بھی شامل ہیں۔ اور جنگی خدمات سرانجام دیتے ہیں۔ اور ان سب اکابر کا امیر یزیدؒ کی ماتحتی میں کام کرنا اس بات کا واضح ثبوت ہے۔ کہ ان کے کردار میں کسی قسم کا کوئی نقص نہ تھا۔ یہ سب بعد کی پیداوار ہیں۔

ولما توفی الحسن کان الحسین یفد الی معاویۃ فی کل عام فیعطیہ ویکرمہ۔ وقد کان فی الجیش الذی غزو القسطنطنیہ مع ابن معاویۃ یزید۔

ترجمہ :- اور جب حضرت حسنؓ وفات پا گئے۔ تو حضرت حسینؓ ہر سال امیر المومنین امیر معاویہؓ کے پاس جاتے پس وہ ان کی عزت کرتے۔ اور عطیے دیتے۔ اور حضرت حسینؓ اس لشکر میں شامل تھے۔ جس نے امیر یزیدؒ کی معیت میں قسطنطنیہ پر حملہ کیا تھا۔
(البدایہ والنہایہ، ج ۸ ص ۱۵۱)

شیعہ مورخ جسٹس امیر علی لکھتے ہیں

جسٹس امیر علی اپنی مشہور تاریخ "ہسٹری آف سیرسینز" میں رقمطراز ہیں۔

HE (HUSSAIN) HAD SERVED WITH HONOUR AGAINST THE CHRISTIANS IN THE SEIGE OF CONSTANTINOPLE

ترجمہ :- انہوں (حسینؓ) نے عیسائیوں کے خلاف قسطنطنیہ کے محاصرہ میں قابل قدر خدمات سرانجام دی تھیں۔
(ہسٹری آف دی سیرسینز، ص ۸۴)

تاریخ مسلمانان عالم

مولانا قاری احمد پیلی بھیتی اپنی مایۂ ناز تصنیف تاریخ مسلمانان عالم میں رقمطراز ہیں۔

"یہ امر قابل ذکر ہے کہ یزیدؒ کی سرکردگی میں جو فوج ۴۲ھ میں قسطنطنیہ کے لئے روانہ ہوئی۔ اس میں چند ایسی ہستیاں شامل تھیں۔ جن کی موجودگی میں حضرت امیر

معاویہؓ اور یزیدؒ کے خلوص اور اسلام سے سچی محبت پر بخوبی روشنی پڑتی ہے۔ جیسے حضرت امام حسینؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور چند دوسرے نامور صحابی اور بزرگ۔"

(تاریخ مسلمانان عالم، ج ۲، ص ۶۴۔)

یہ جہادی مہم ۴۹ھ میں روانہ ہوئی اور چھ ماہ تک جاری رہی۔ تاریخ مسلمانان عالم کے فاضل مصنف کو سن درج کرنے میں غلطی لگی ہے۔ یا ممکن ہے کہ کاتب کی غلطی سے ۴۲ھ درج ہو گیا ہے۔ یہ جہادی مہم چھ ماہ بعد ختم ہوئی۔ اگرچہ قسطنطنیہ فتح نہ ہو سکا جس میں اس کا مخصوص محل وقوع اور ناموافق موسمی حالات کا بھی اثر تھا۔ تاہم نتائج کے اعتبار سے بالکل کامیاب رہی۔ اور اس کے بعد پھر رومیوں کو اسلامی مقبوضات کی طرف بڑھنے کی جرأت نہ ہوئی۔

یہ جہادی مہم بھی خاص اہمیت کی حامل تھی۔ ویسے جہاد فی سبیل اللہ کی قرآن و حدیث میں بہت فضیلت آئی ہے۔ اور اس میں شامل ہونے والے مسلمانوں کے لئے مغفرت و بخشش اور بلندی درجات کا میثاقِ خداوندی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

فضیلت جہاد

یاایھا الذین اٰمنوا
ھل ادلکم علیٰ تجارۃ

تنجیکم من عذاب الیمہ تومنون باللہ و
رسولہٖ و تجاھدون فی سبیل اللہ باموالکم
وانفسکم ذالکم خیر لکم ان کنتم تعلمون ہ
یغفرلکم من ذنوبکم ویدخلکم جنٰت تجری
من تحتہا الانہار ومسٰکن طیبۃ فی جنٰت عدن
ذالک الفوز العظیمہ

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! کیا تمہیں میں ایک ایسی
تجارت نہ بتاؤں۔ جو تمہیں دردناک عذاب سے
نجات دلا دے۔ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ
پر ایمان رکھتے ہو۔ اور اللہ کی راہ میں اپنی جانوں
اور اموال سے جہاد کرتے ہو۔ یہ تمہارے لئے بہتر
ہے۔ اگر تم کو اس کا علم ہو۔ (اس کے بدلے میں)
اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کردیں گے۔ اور تمہیں
ایسی جنت میں داخل کریں گے۔ جس میں نہریں چلتی
ہیں۔ پاکیزہ مکانات اور ہمیشہ رہنے والے باغوں
میں رہو گے۔ اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔
(پ ۲۸، رکوع ۲، سورہ صف)

آیت بالا میں جہاد بہترین تجارت ہے۔ اور اس
کا نفع نجات اخروی اور جنت الفردوس میں ہمیشہ
رہنے کی صورت میں ملے گا۔ اور یہ بشارت و وعدہ
ہر مسلمان کے لئے ہے۔ خواہ وہ آج کے دور کا ہے۔

یا زمانۂ ماضی سے تعلق رکھتا ہے۔

فضیلت مجاہد

فضل اللہ المجٰھدین باموالھم وانفسھم علی القٰعدین درجۃ ط وکلا وعد اللہ الحسنٰی ط وفضل اللہ المجٰھدین علی القٰعدین اجرا عظیما ہ درجٰت منہ ومغفرۃ ورحمۃ ط وکان اللہ غفورا رحیما ہ

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے بیٹھ رہنے والوں پر اپنی جان ومال سے جہاد کرنے والوں کو درجہ میں فضیلت بخشی ہے۔ اگرچہ اللہ نے سب سے اچھا وعدہ کیا ہے۔ مگر جہاد کرنے والے مجاہدوں کو بیٹھ رہنے والوں پر درجہ وفضیلت حاصل ہے۔ اور انہیں اجر عظیم ملے گا۔ (انہیں) اللہ کی طرف سے بلندی درجات بخشش ورحمت ملے گی۔ اور اللہ تعالیٰ مغفرت وبخشش کرنے والے رحیم ہیں۔

(پ ۵، رکوع ۱۳، سورت نساء)

دوسرے مقام پر

ومن یقاتل فی سبیل اللہ فیقتل او یغلب فسوف نؤتیہ اجرا عظیما ہ

(پ ۵، رکوع ۱۰، سورت نساء)

ترجمہ:۔ اور جو شخص اللہ کے راستے میں لڑے (جہاد کرے) پس وہ قتل ہو جائے (شہید ہو جائے)

یا غالب آئے (غازی بنے) اسے اللہ تعالیٰ بہت بڑا اجر دیں گے۔"

آیات بالا سے واضح ہے کہ مجاہد ان لوگوں سے درجہ و شان میں افضل ہے جو جہاد میں شامل نہیں ہیں اور یہ مجاہد خواہ شہید ہو یا غازی بنے۔ دونوں صورتوں میں اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر عظیم اور مغفرت و بخشش کی بشارت و وعدہ دیا گیا ہے۔

احادیث رسولؐ کی روشنی میں

رسول اکرمؐ نے اپنے فرامین میں بکثرت جہاد و مجاہدین کی فضیلت و رفعت شان کا تذکرہ بیان فرمایا ہے۔ اور یہ فضائل اپنے عموم کے لحاظ سے ہر مجاہد کے لیے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

عن ابی سعید الخدری قال قیل یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ای الناس افضل فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مومن یجاھد فی سبیل اللہ بنفسہ ومالہ۔ الی آخر۔

ترجمہ:" حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا۔ کہ سب لوگوں میں افضل کون ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وہ مومن جو اللہ کی راہ میں اپنی مال و جان

سے جہاد کرے"
(بخاری شریف پ۱۱، باب الجہاد-)
عن انس بن مالکؓ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال لغدوۃ فی سبیل اللّٰہ او روحۃ خیر من الدنیا ومافیہا- (الحدیث)
ترجمہ:- "حضرت انسؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں۔ کہ آپ نے فرمایا- خدا کی راہ میں (جہاد کے لئے) صبح یا شام چلنا- اس دنیا اور جو کچھ (نعمتیں) اس میں ہیں- ان سے بہتر ہے-
(بخاری شریف، پ۱۱، باب الجہاد-)
عن ابی عبس وھو عبد الرحمٰن بن جبیر انّ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال ما اغبرّت قدما عبدٍ فی سبیل اللّٰہ فتمسہ النار- (الحدیث)
ترجمہ:- "حضرت ابوعبسؓ جن کا نام عبدالرحمٰنؓ بن جبیر ہے- فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا- جس شخص کے دونوں قدم اللہ کی راہ میں گرد آلود ہوئے- اس کو جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی"
(بخاری شریف، پ۱۱، باب الجہاد-)
اوپر درج کی گئی چند ایک احادیث رسولؐ اور آیات قرآنی سے جہاد اور مجاہد کی فضیلت خوب عیاں ہے اور ہر مسلمان مجاہد کی طرح امیرالمومنین یزیدؒ رحمۃ اللہ علیہ

بھی ان سب بشارتوں اور مغفرتوں میں شامل ہیں۔ علاوہ ازیں یہ فضائل ومناقب جہاد ومجاہد عام ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض جہادوں کے لئے خصوصی بشارت ومغفرت کا اعلان فرمایا ہے۔ بدیں وجہ ان جہادوں میں شریک ہونے والے افراد مذکورہ بالاعمومی فضائل وبشارات کے ساتھ ان خصوصی انعامات کے بھی سزاوار ہو کر مزید مقاماتِ بلند کے حقدار ٹھہرے اس قسم کے جہادوں میں غزوہ بدر کے ساتھ ساتھ جہاد بحر وہند اور جہادِ قسطنطنیہ بھی ہیں۔ چنانچہ جہادِ قسطنطنیہ کے متعلق خصوصی بشارت ملاحظہ ہو۔

جہادِ قسطنطنیہ سے متعلق بشارت

عن ام حرام انها سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول اوّل جیش من امتی یغزون البحر قد اوجبوا۔ قالت امّ حرام۔ قلت یا رسول اللہ انا فیهم۔ قال انت فیهم ثمّ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اوّل جیش من امتی یغزون مدینة قیصر مغفورٌ لهم فقلت انا فیهم یا رسول اللہ۔ قال لا۔

ترجمہ:۔ امّ حرام رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں۔ کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے میری امت کا پہلا لشکر جو بحری جہاد کرے گا۔ اس لشکر

کے لئے جنت واجب ہو گی۔ حضرت ام حرامؓ بیان کرتی ہیں۔ کہ میں نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسولؐ کیا میں ان میں شامل ہوں گی۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ ہاں۔ تو ان میں شامل ہو گی۔ پھر آپؐ نے فرمایا۔ میری امت کا وہ پہلا لشکر جو قیصر روم کے شہر (قسطنطنیہ) پر حملہ کرے گا اس میں شامل سب جنتی ہیں۔ حضرت ام حرامؓ نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول کیا میں ان میں سے ہوں۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ نہیں۔

علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

شارح صحیح بخاری علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ حدیث مذکورہ بالا میں "مدینہ قیصر" کی وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔ کہ اس سے مراد رومی سلطنت کا صدر مقام قسطنطنیہ ہے۔ پھر اس حدیث کے حاشیہ پر لکھتے ہیں۔

کان اول من غزا مدینۃ قیصر یزید بن معاویہ ومعہ جماعۃ من سادات الصحابۃ کابن عمر وابن عباس وابن الزبیر وابی ایوب الانصاری۔

ترجمہ۔ مدینہ قیصر (قسطنطنیہ) پر سب سے پہلے یزید بن معاویہؓ نے حملہ کیا۔ اور ان کے ساتھ بزرگ صحابہؓ مثلاً عبداللہؓ بن عمرؓ۔ عبداللہؓ بن عباسؓ۔ عبداللہؓ بن زبیرؓ اور (میزبان رسولؐ) حضرت ابو ایوب انصاری

رضوان اللہ علیہم اجمعین سمیت صحابہؓ کی ایک جماعت بھی تھی۔
(شرح بخاری، پ ۱۲، باب ما قیل فی قتال روم)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ رقمطراز ہیں

واول جیش غزاها (ای قسطنطنیه) کان امیرهم یزید والجیش عدد معین لا مطلق وشمول المغفرة لاحاد هذا الجیش اقوی ویقال ان یزید انما غزا القسطنطنیه لاجل هذا الحدیث۔

ترجمہ:۔ اور پہلا اسلامی لشکر جس نے قسطنطنیہ پر جہاد کیا۔ اس کے سپہ سالار امیر یزیدؒ تھے۔ اور لفظ فوج ایک معین تعداد ہے۔ اور اس لشکر کے ہر فرد کا مغفرت و بشارت میں شامل ہونا قوی تر ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسی بشارت کی خاطر امیر یزیدؒ نے قسطنطنیہ پر جہاد کیا۔" (منہاج السنہ، ج ۲، ص ۲۵۲)

بخاری شریف گواہ ہے

بخاری شریف بھی امیر یزیدؒ کی اس جہادی مہم میں سپہ سالاری کی گواہی دیتی ہے۔ اور اس کے ساتھ حضرت ابو ایوبؓ انصاری میزبان رسولؐ بھی اس جہاد میں شامل ہیں۔ ملاحظہ ہے۔

اخبرنی محمود بن الربیع الانصاری ......

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فان اللہ قد حرم اللہ علی النار من قال لا الہ الا اللہ۔ یبتغی بذالک وجہ اللہ قال محمود فحدثتہا قوما فیہم ابو ایوب صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی غزوۃ التی توفی فیہا ویزید بن معاویۃ علیہم بارض الروم فانکرھا علیّ ابو ایوب .... الخ

ترجمہ: محمود بن ربیعؓ انصاری بیان فرماتے ہیں۔ .... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ نے اس شخص کو جہنم پر حرام کر دیا ہے جس نے لا الہ الا اللہ کہا۔ اور وہ اس سے رضائے الٰہی چاہتا ہے۔ محمود بن ربیع انصاریؓ نے کہا میں نے اس (حدیث) کو ایک جماعت میں بیان کیا جس میں رسول اللہ کے صحابی ابو ایوبؓ بھی تھے۔ اس جہاد میں بیان کیا جس میں انہوں نے وفات پائی۔ اور اس وقت رومی علاقوں پر جہادی مہم میں یزیدؒ بن معاویہؓ سپہ سالار تھا۔ پس ابو ایوبؓ انصاری نے میری حدیث کا انکار کیا .... الی آخر

(بخاری شریف پ۵، کتاب التہجد، باب ۷۴۹، صلوٰۃ النوافل جماعۃ۔)

تاریخ اسلام والمسلمین کی گواہی

قسطنطنیہ پر سب سے پہلا حملہ حضرت امیر معاویہؓ کے زمانے میں ہوا۔

حضرت معاویہؓ کے صاحبزادے حضرت یزیدؒ اسلامی فوج کے سپہ سالار تھے۔ یہی وہ اسلامی فوج ہے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تخت نشین بادشاہوں جیسی شان و شوکت کے ساتھ دکھائی گئی ہے۔ ان ہی کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ کہ وہ سب مغفرت یافتہ ہے۔ اسی جہاد میں حضرت ابو ایوبؓ انصاری کی وفات ہوئی"۔
(تاریخ اسلام والمسلمین، ص۱۸۷، از مسعود احمد بی۔ ایس۔سی)
اب تک کی گفتگو سے یہ بات واضح ہو کر سامنے آچکی ہے کہ بہترین تجارت خدا کی راہ میں جہاد ہے۔ جس کا نفع جنت میں دخول کی صورت میں ملے گا۔ اور مجاہد غازی بنے یا شہید۔ دونوں صورتوں میں اس کے لئے مغفرت کی بشارت ہے۔ علاوہ ازیں رسول اکرمؐ کی زبانی جہاد قسطنطنیہ میں شامل ہونے والوں کے لئے خصوصی مغفرت و بشارت کا وعدہ و پیشین گوئی بھی ہے۔ اور یہ مغفور جیش امیر یزید رحمۃ اللہ علیہ کی سپہ سالاری میں مدینہ قیصر (قسطنطنیہ) پر جہاد کرتا ہے۔ اس مغفور لشکر میں امیر یزیدؒ کی زیر قیادت میزبان رسولؐ حضرت ابو ایوبؓ انصاری۔ حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ مفسر قرآن حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ۔ حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ جیسے شیخ صحابہؓ کے ساتھ حضرت حسینؓ بن علیؓ بھی جہادی

خدمات سرانجام دیتے ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر صحابہؓ اور ہزاروں تابعین بھی شامل ہیں۔ مگر اس اموی شہزادے بھتیجۂ رسولؐ کے کردار میں انہیں کوئی عیب نظر نہیں آتا ہے۔ بلکہ وہ سب لوگ خوشی خوشی بشارتِ مغفرت سے اپنے دامن کو بھرنے کے لئے اپنے محبوب امیر کی سرکردگی میں جہادی خدمات سرانجام دیتے ہیں۔ ان کی امامت میں نمازیں ادا کرتے ہیں۔ اور دیگر دینی امور سرانجام دیتے ہیں۔

امامت نماز

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں۔

وکان فی جیش یزید بن معاویہ والیہ اوصٰی و هوالذی صلّی علیہ۔

ترجمہ۔ اور حضرت ابوایوبؓ انصاری میزبان رسولؐ بدری صحابی) وہ یزیدؒ بن معاویہؓ کے لشکر (قسطنطنیہ والے) میں شامل تھے۔ اور انہوں نے یزیدؒ کو ہی اپنے معاملات (از قسم تقسیم وراثت وغیرہ) میں اپنا وصی بنایا۔ اور امیر یزیدؒ نے ہی ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

(البدایہ والنہایہ، ج ۸ ص ۵۸)

یہ جہادی مہم ۴۹ھ میں روانہ ہوئی اور کم وبیش چھ ماہ بعد ۵۰ھ میں واپس ہوئی۔ اسی دوران حضرت ابوایوبؓ انصاری کا انتقال ہوتا ہے۔ اور ان کی

نمازِ جنازہ امیر یزیدؒ کی امامت میں ادا کی جاتی ہے۔ اور ان کی زیرِ امامت دیگر صحابہؓ کرام کے ساتھ ساتھ حضرت حسینؓ اور حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ بھی نماز ادا کرتے ہیں۔ اور دیگر تابعین عظام بھی۔ جو اس بات کا واضح ثبوت ہے۔ کہ ان کے کردار میں کسی قسم کا کوئی شرعی عیب نہیں تھا۔ ترکِ نماز یا شراب نوشی جیسے لغو اور بیہودہ الزامات جو آج ان پر لگائے جاتے ہیں۔ ان میں ذرہ بھر بھی صداقت ہوتی تو یہ اکابر اور خود حضرت حسینؓ ضرور اس وقت اس مسئلہ پر انگشت نمائی کرتے۔ اور اس طرح خاموشی سے ان کی سپہ سالاری میں جہادی خدمات سرانجام نہ دیتے۔ اور نہ ہی ان کی امامت میں نمازیں ادا کرتے۔ اور یہ بات کوئی صاحبِ عقل تسلیم کرنے کو تیار نہ ہوگا۔ کہ یہ سب لوگ اس وقت خوفزدہ تھے یا مصلحت پسند تھے۔ وہ لوگ جو قیصر و کسریٰ کے تاج و تخت کو اپنے پاؤں تلے روند چکے تھے ابھی زندہ تھے۔ ان کے مقابلے میں حضرت حسینؓ ابھی بچے تھے۔ اگر امیر یزیدؒ کے کردار میں کسی قسم کا جھول ہوتا۔ تو وہ کبھی خاموش نہ رہتے۔ علاوہ ازیں کوئی صاحبِ ایمان یہ بات تصور میں بھی لانے کو تیار نہیں ہو سکتا کہ حضرت حسینؓ جو بعد میں اسی فرضی فسق و فجور کے خلاف سر

کی نکلے تھے وہ اس وقت ہزاروں صحابہؓ وتابعین کی موجودگی میں محض جان کے خوف سے خاموش رہیں۔ اصل حقیقت یہی ہے کہ وہ نہ فاسق و فاجر تھے۔ اور نہ حضرات صحابہؓ کرام بشمول حضرت حسینؓ وابن زبیرؓ بزدل و ڈرپوک اور نہ مصلحت پسند۔ بلکہ امیر یزیدؒ صالح نوجوان تھے۔ جن میں تقویٰ اور پرہیز گاری کے ساتھ قیادت کی صلاحیت بھی بدرجہ اتم موجود تھی۔

برادر حسینؓ کی شہادت

حضرت حسینؓ کے حقیقی بھائی

جناب محمدؒ بن علیؓ المعروف بہ محمدؒ بن حنفیہ کے پاس جب عبداللہ بن مطیع وغیرہ آئے۔ اور مدینہ طیبہ میں برپا کردہ شورش کے سلسلہ میں ان سے تعاون حاصل کرنے کی کوشش کی تو محمدؒ بن علیؓ نے نہ صرف ان سے تعاون سے انکار کیا۔ بلکہ ان کی طرف سے یزیدؒ پر لگائے گئے الزامات کی اپنے چشم دید واقعات کی بنا پر تردید کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

ولما رجع اهل المدينة من عند يزيد مشى عبد الله مطيع واصحابه الى محمد بن الحنفيه فارادوه على خلع يزيد فابى عليهم فقال ابن مطيع ان يزيد يشرب الخمر ويترك الصلوٰة ويتعدى حكم الكتاب۔

فقال لهم: ما رأيت منه ما تذكرون. وقد حضرته واقمت عنده فرايته مواظبا على الصلوٰة. متحريا للخير. يسأل عن الفقه ملازما للسنة۔

ترجمہ:۔ جب اہل مدینہ نے امیر یزیدؒ کی بیعت سے علیحدگی اختیار کی۔ تو عبداللہ بن مطیع اور اس کے ساتھی محمدؒ بن علیؓ المعروف محمدؒ بن حنفیہ کے پاس آئے۔ اور انہیں امیر یزیدؒ کی بیعت توڑنے کو کہا۔ تو محمد بن حنفیہؒ نے ایسا کرنے سے انکار کردیا۔ عبداللہ بن مطیع نے کہا یزیدؒ شراب پیتا ہے۔ نماز ترک کرتا ہے۔ اور قرآن کے احکامات کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ تو محمدؒ بن علیؓ برادر حسینؓ نے ابن مطیعؓ اور ان کے ساتھیوں کو جواب دیا تم جن باتوں کا ذکر کرتے ہو۔ وہ میں نے امیر یزیدؒ میں نہیں دیکھی ہیں۔ حالانکہ میں اس کے پاس گیا ہوں۔ اور ٹھہرا ہوں۔ پس میں نے اسے نماز کا پابند پایا۔ بھلائی کے کاموں میں جلدی کرنے والا پایا۔ (اپنے سے زیادہ عالم) لوگوں سے دینی مسائل دریافت کرنے والا پایا اور سنت رسولؐ کا شیدائی پایا۔

(البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۲۳۳)

یہ گواہی حضرت حسینؓ کی شہادت کے سانحہ سے تین سال بعد کی ہے۔ اور گواہ بھی ان کے اپنے گھر کے

فردہیں۔ مگر واقعہ کربلا کے بعد عبداللہؓ بن زبیرؓ کے داعیوں نے سیاسی ضرورت کے تحت جو جھوٹے الزامات لگانے شروع کئے تھے۔ حضرت محمدؒ بن حنفیہ نے اپنے چشم دید واقعات کی بنیاد پر ان کی واشگاف تردید کی۔ اور ان کے جھوٹے پروپیگنڈے کا پول بھی کھول دیا۔ کہ امیر یزیدؒ تو پکے نمازی اور سنت رسولؐ کے شیدائی ہیں۔

امیر حج حج اسلام کا ایک اہم رکن ہے۔ امیر یزیدؒ رحمۃ اللہ علیہ نے نہ صرف متعدد حج کئے بلکہ امیرالحجاج کے فرائض بھی سرانجام دیتے رہے۔

ارشاد ربانی ہے۔

وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا ط۔

ترجمہ۔ اور اللہ کی طرف سے لوگوں پر حق ہے۔ کہ جو اس کے سفر خرچ کی استطاعت رکھتا ہے۔ وہ حج بیت اللہ کرے۔

(پ ۴، سورت آل عمران)

قرآن مجید اور احادیث رسولؐ میں حج اور حجاج کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ بلکہ اگر کوئی شخص استطاعت کے باوجود حج نہیں کرتا ہے۔ اور اسے کوئی شرعی عذر بھی درپیش نہیں ہے۔ تو وہ اسلام سے خارج ہو جاتا

ہے۔ حج کی سعادت سے بہرہ ور لوگوں کے لئے نبی صادقؐ کی زبانی بشارتِ مغفرت۔ ملاحظہ ہو۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حج للہ فلم یرفث ولم یفسق رجع کیوم ولدتہ امہٗ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں۔ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے خالص اللہ کے لئے حج کیا۔ اور دورانِ حج کوئی حد نہ توڑی۔ وہ حج کے بعد اس طرح گناہوں سے پاک واپس آیا۔ گویا اس کی ماں نے اسے آج ہی جنم دیا ہے۔

(بخاری، مسلم، مشکوٰۃ، ص۲۲۷، کتاب المناسک، ج۲،)

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العمرۃ الی العمرۃ کفارۃ لما بینھما والحج المبرور لیس لہ جزاء الا الجنۃ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک عمرہ کے بعد دوسرا عمرہ ادا کرنے سے درمیانی مدت کے تمام گناہ خطایا معاف ہو جاتے ہیں۔ اور حج مبرور (جس میں کوئی شرعی خلاف ورزی نہ ہو) کی جزا صرف جنت ہی ہے۔

(مشکوٰۃ ص۲۲۷، کتاب المناسک ج۱، ۲، بخاری، مسلم)

امیر حج امیر حج کا منصب ایک خاص اہمیت کا حامل ہے۔ یہ منصب صرف اس اسی شخص کو سونپا جا سکتا ہے۔ جو خود صالح اور پرہیزگار ہو۔ قرآن حدیث اور فقہ اسلامی میں مہارت رکھتا ہو۔ تاکہ امیر حج جب خود حج کرے اور لوگوں کو کرائے تو اس اہم دینی فریضہ کی انجام دہی میں کسی قسم کی کوتاہی نہ واقع ہونے پائے۔

علاوہ ازیں امیر حج کا منصب اس لئے بھی زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ کہ حج کے موقع پر عالم اسلام کے دور دراز کے مقامات اور قرب وجوار سے لوگ جمع ہوتے ہیں۔ اس لئے ایسے شخص کو امیر حج بنایا جاتا تھا۔ جو ملکی امور میں بھی گہری سوجھ بوجھ رکھتا ہو۔ تاکہ وہ اپنے خطبات میں لوگوں کو ہدایات ونصائح سے نوازے۔ لوگوں کی شکایات سن کر انہیں رفع کرنے کی کوشش کرے۔ وقتی ضروریات کے مطابق لوگوں کو حکومت کی پالیسیوں سے آگاہ کرے۔ اور ان کے مشوروں سے اپنی حکومت کو مطلع کرے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں فتح مکہ کے بعد ۹ھ میں امارت حج کے فرائض آپ کے خلیفہ اول افضل البشر بعد النبی امام المتقین جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سر انجام دیئے۔

سنۃ میں ساقی کوثر، شافع محشر خاتم النبیین والمعصومین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود امیر حج کے فرائض سرانجام دیے۔ اس کے بعد اقلیم امامت کے تاجدار اوّل۔ سید الصدیقین صہر رسولؐ خلیفہ بلافصل سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور پھر امام ثانی ناطق الوحی شہید محراب مسجد نبوی صہر رسولؐ اور داماد علی رضی اللہ عنہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور امام ثالث داماد رسولؐ کامل الحیاء والایمان سیدنا عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ تقریباً ہر سال حج کے لیئے تشریف لے جاتے رہتے۔ اور امیر حج کے فرائض سرانجام دیتے رہتے۔ جب فتنہ پرور اور شرپسند سبائیوں نے امام مظلوم سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کیا۔ تو آپ نے مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنا کر مکہ روانہ کیا۔ ابو تراب داماد رسولؐ امام چہارم سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دَور خلافت میں مدینۃ النبی کو چھوڑ کر کوفہ کو دارالحکومت بنا لیا تھا۔ اس لئے آپ اپنے دَور خلافت میں نہ حج کے لئے جا سکے۔ اور نہ ہی امارت حج کے فرائض سرانجام دے سکے۔

امارتِ حج اور امیر المومنین یزید رحمۃ اللہ علیہ

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے خلافت سے دست بردار

ہونے کے بعد امامت وخلافت کا تاج کاتب وحی خال المومنین عصائے اسلام ہادی ومہدی سیدنا امیر المومنین امیر معاویہؓ کے سر پہ سجا۔ تو آپ دو بار امیر حج بن کر زیارت بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔ ملاحظہ ہو۔

حج معاویة بالناس فی ایام خلافته مرتین .... حج بالناس معاویة سنة اربع واربعین و سنة خمسین۔

ترجمہ:۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں دو مرتبہ حج کیا اور لوگوں کو کرایا۔ .... حضرت امیر معاویہؓ نے ۴۴ھ اور ۵۰ھ میں لوگوں کو حج کرایا۔

(البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۱۳۳)

سیدنا امام معاویہؓ کے نائبین میں سے ان کے لائق وصالح فرزند امیر یزیدؒ تین سال تک متواتر امیر حج بن کر آتے رہے۔ خود حج بیت اللہ مشرف ہوتے رہے۔ اور ان کی ماتحتی میں لاکھوں صحابہؓ وتابعین فریضہ حج ادا کرتے رہے۔ ملاحظہ ہو۔

حج بالناس یزید ابن معاویة فی سنة احد وخمسین وثنتین وخمسین وثلاث وخمسین۔

ترجمہ:۔ (امیر المومنین) یزیدؒ بن معاویہؓ نے ۵۱ھ، ۵۲ھ اور ۵۳ھ میں خود حج کیا۔ اور لوگوں کو کرایا۔

(البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۲۲۹)

طبری لکھتا ہے

تاریخ طبری میں بھی مشہور مورخ طبری لکھتا ہے کہ

۵۱ھ میں امیر یزید رحمۃ اللہ علیہ امیر حج بن کر آئے۔ ملاحظہ ہو۔

وحج بالناس فی ہذہ السنۃ یزید بن معاویۃ۔

ترجمہ:۔ اور اس سال ۵۱ھ میں امیر یزیدؒ نے لوگوں کو حج کرایا۔

(تاریخ طبری، ج ۶، ص ۱۶۱)

مذکورہ بالا حوالہ جات سے یہ بات کھل کر سامنے آئی کہ امیر المومنین یزید رحمۃ اللہ علیہ تین سال تک امیر حج بن کر آتے رہے۔ خود حج کیا اور ان کی امارت میں لاکھوں تابعینؒ و صحابہؓ کرام بھی حج کرتے رہے۔ اور عقل سلیم یہ بات نہیں تسلیم کر سکتی کہ اگر امیر یزیدؒ کے کردار میں فسق و فجور اور شراب نوشی جیسے عیوب ہوتے تو یہ دور خیر القرون کے بزرگ سبھی خاموش رہتے۔ ان سب حضرات کا امیر یزیدؒ کی زیر قیادت فرائض حج سرانجام دینا صاف ثابت کر رہا ہے۔ کہ امیر یزیدؒ ایک صالح و نیک طینت انسان تھے۔

اب تک پیش کی جانے والی عبارات و حوالہ جات سے یہ ثابت ہو چکا ہے۔ کہ جہاد قسطنطنیہ ۴۹ھ میں ہوا

جس کے قائد امیر یزیدؒ تھے۔ اور حضرات ابوایوب انصاریؓ۔ عبداللہؓ بن عمرؓ۔ حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ اور حضرت حسینؓ سمیت دیگر صحابہؓ وتابعین خوشی خوشی نہ صرف جہادی کارنامے سرانجام دے رہے تھے۔ بلکہ ان کی امامت میں نمازیں بھی ادا کر رہے تھے۔ اور اللہ کی رضا وخوشنودی اور بشارت مغفرت لوٹنے میں مصروف تھے۔ نہ آپس میں کوئی اشکر رنجی تھی۔ نہ نفرت و عداوت۔ بلکہ محبت والفت کا یہ روح پرور منظر کتنا پیارا ہے۔ کہ بھتیجۂ رسولؐ امیر لشکر ہے اور نواسۂ رسولؐ مامور وماتحت ہے۔

اس کے بعد ۵۱ھ تا ۵۳ھ تک امیر یزیدؒ امیر حج کی حیثیت سے فریضۂ حج ادا کرتے ہیں۔ اور صحابہؓ وتابعینؒ حج کرتے ہیں۔ مگر ان سب کو ان میں کوئی فسق و فجور نظر نہیں آتا ہے۔ وہ مظلوم یزیدؒ ۵۳ھ تک نیک اور صالح ہے۔

عبداللہؓ بن عباسؓ کی شہادت کاتب وحی خال المومنین

سیدنا امیر معاویہؓ کا ۲۲/رجب ۶۰ھ کو انتقال پرملال ہوتا ہے۔ اور ان کے بعد پوری اسلامی ریاست میں امیرالمومنین یزید رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت خلافت منعقد ہوتی ہے۔ اسی موقع پر حضرت عبداللہ بن عباسؓ

کہ حضرت امیر معاویہؓ کی وفات کی اطلاع ملتی ہے۔ تو آپ کا ردعمل ملاحظہ ہو۔

فقلنا یا ابا العباس جاء البوید بموت معاویة فوجم طویلا ثم قال اللّٰھم اوسع لمعاویة اما واللّٰه ما کان مثل من قبل ولا یأتی بعدہ مثلہ فان ابنہ یزید لمن صالحی اھلہ فالزموا مجالسکم واعطوا طاعتکم وبیعتکم قال فبینا نحن کذالك اذ جاء رسول خالد بن العاص وھو علی مکة یدعوہ للبیعہ فمضی فبایع۔

ترجمہ:۔ پھر ہم نے ان سے کہا۔ اے ابوالعباس قاصد موتِ معاویہؓ کی خبر لایا ہے۔ (یہ سن کر) وہ دیر تک خاموش رہے۔ پھر دعا مانگی کہ الٰہی معاویہؓ پر اپنی رحمت وسیع کیجیو۔ واللہ وہ ان لوگوں کی مثل تو نہ تھے جو ان سے پہلے گزر گئے۔ لیکن ان کے بعد کوئی ان کے مثل بھی آنے والا نہیں۔ اور ان کے فرزند یزید اپنے خاندان کے نیکوکاروں میں سے ہیں۔ تم لوگ اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہنا۔ اور اطاعت کرنا۔ اور بیعت کرنا۔ (حضرت عامر نے) کہا۔ کہ اسی طرح ہم ان کے (ابن عباس) پاس تھے۔ کہ خالد بن العاص کا جو اس وقت مکہ کے عامل تھے۔ قاصد آیا۔ ان کو (ابن عباس) بیعت کے لئے بلایا۔ وہ گئے اور بیعت کی۔

(الانساب والاشراف ص۴، الجزالرابع قسم ثانی۔
مطبوعہ یروشلم، بحوالہ خلافت معاویہؓ و یزیدؒ، ص۹۰)
مذکورہ بالا گواہی حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ مفسر قرآن
کی ہے۔ جنہیں ساقی کوثرؐ نے فہم قرآن کی دعا دی تھی۔
اور جو رشتہ میں حضرت حسینؓ کے چچا تھے۔ اس گواہی
سے ۶۰ھ تک یعنی تخت خلافت پر متمکن ہونے کے
وقت تک امیر یزیدؒ رحمۃ اللہ علیہ کا نیک و صالح ہونا
ثابت ہے۔

حضرت حسینؓ کی شہادت

حضرت حسین رضی اللہ عنہ
کے بارے میں جہاد قسطنطنیہ میں شامل ہونا اور امیر
یزیدؒ کی امارت و امامت میں جہادی خدمات انجام
دینا اور نمازیں ادا کرنا پہلے گزر چکا ہے۔ اب کوفہ
کے قریب پہنچ کر جب کوفی شیعوں کی غداری اور
بے وفائی سامنے آئی تو حضرت حسینؓ نے مشہور عالم
تین شرائط پیش کیں جن میں سے ایک یہ بھی تھی کہ وہ
شام جا کر امیر یزید رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت
کر لیں گے۔ اس شرط کے پیش کرنے سے امیر یزیدؒ
کے کردار کے بارے میں جو بیہودہ بکواسات سبائی
راویوں نے پھیلائی ہیں۔ [redacted] ملیامیٹ اور نیست
و نابود ہو جاتی ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

وبعث عبید اللہ بن زیاد عمر بن سعد لقتالهم فقال له الحسین ، یا عمر اختر منی احدی ثلاث خصال اما ان تترکنی ارجع کما جئت ۔ فان ابیت هذه فسیرنی الی یزید فاضع یدی فی یده فیحکم فی ما رای ۔ فان ابیت هذه فسیرنی الی الترک فاقاتلهم حتی اموت ۔

ترجمہ :۔ اور عبید اللہ بن زیاد نے عمر بن سعد کو لڑائی کے لئے بھیجا ۔ پس اسے حسینؓ نے کہا ۔ اے عمر میری طرف سے تین شرائط میں سے ایک قبول کر لو ۔ یا مجھے چھوڑ دو ۔ میں جدھر سے آیا ہوں ۔ واپس لوٹ جاتا ہوں ۔ اگر تو اس کو نہ مانے تو مجھے یزید کے پاس جانے دو میں اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں رکھ دوں گا ۔ (بیعت کر لوں گا) اور وہ میرے بارے میں جو مناسب سمجھے گا فیصلہ کر لے گا ۔ اگر تو اس کا بھی انکار کرتا ہے ۔ تو مجھے ترکوں کی (سرحد) طرف جانے دو میں ان سے جہاد کروں گا ۔ یہاں تک کہ شہید ہو جاؤں (البدایہ والنہایہ ، ج ۸ ، ص ۱۷۰)

وقد روی انه علیه السلام قال لعمر بن سعد اختاروا منی اما الرجوع الی المکان الذی اقبلت منه او ان اضع یدی علی ید یزید فهو ابن عمی یری فی رایه واما ان تسیروا بی الی ثغر من ثغور المسلمین

ترجمہ :۔ اور یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت حسین علیہ السلام

نے عمر بن سعد سے کہا۔ میری طرف سے ایک بات اختیار کر لو۔ یا مجھے جہاں سے آیا ہوں وہیں واپس جانے دو۔ یا میں یزید کے ہاتھ میں ہاتھ رکھ دیتا ہوں (بیعت کر لیتا ہوں) وہ میرے چچا کا بیٹا ہے۔ وہ میرے بارے میں خود فیصلہ کر لے گا۔ یا مجھے اسلامی سرحدوں میں سے کسی سرحد پر بھیج دیا جائے۔

(کتاب الشافی، ص۴۷۱، مطبوعہ ایران،)

او یاتی امیر المؤمنین یزید فیضع یدہٗ فی یدہٖ فیما بینہٗ فیمۃ فیری رایہ و فی ھذا الک وللامۃ صلاح۔

ترجمہ۔ (امیر فوجی دستہ سیدنا عمر بن سعد بن ابی وقاصؓ نے حضرت حسینؓ کی پیش کردہ شرائط عبید اللہؒ بن زیاد بن ابی سفیانؓ کو لکھ کر روانہ کیں۔ اور ان میں یہ شرط بھی تھی) یا وہ (حسینؓ) امیر المومنین یزیدؒ کے پاس چلے جائیں پس وہ اپنا ہاتھ اس (یزیدؒ) کے ہاتھ میں رکھ دیں۔ (بیعت کر لیں گے) اور پھر وہ ان کے معاملات میں جو کہ ان دونوں کے درمیان ہے کوئی رائے قائم کر لے گا۔ اور اس شرط میں تیرے (عبید اللہؒ) لئے خوشنودی اور امت کے لئے اصلاح ہے۔

(ناسخ التواریخ، ج ۶، ص۲۷۳، کتاب دوم، مطبوعہ ایران، بحوالہ خلافت معاویہؓ و یزیدؒ،)

اوپر ایک اہل سنت اور دو شیعہ کی معتبر کتب کے حوالے دیئے گئے ہیں۔ اور درج بالا شرائط تمام کتب میں درج ہیں۔ مگر آج کل عام طور پر ذاکرین واعظین اس تیسری شرط کا ذکر جس میں یزیدؒ کی بیعت کے لئے آمادگی ہے کیوں بھول جاتے ہیں۔ انہیں روز قیامت کو اپنی اس شعوری یا غیر شعوری کوتاہی کے بارے میں جواب سوچ لینا چاہیئے۔ بہرحال حضرت حسینؓ کا امیرالمومنین یزیدؒ کی بیعت کے لئے آمادہ وتیار ہونا ایک طرف تو اسی مظلوم انسانیت عابد و زاہد صالح و متقی۔ مجاہد و غازی۔ خوب صورت وخوب سیرت بہادر و مدبر خلیفہ و امیرالمومنین کے بارے میں یہود و مجوس اور ان کے گماشتوں (شعوری یا غیر شعوری) کی طرف سے پھیلائی گئی مبینہ فسق وفجور کی الف لیلائی داستانوں کی تکذیب و تردید کرتا ہے۔ کہ اگر امیر یزیدؒ کے کردار میں کسی قسم کا شرعی عیب ہوتا۔ یا اسلام کی گاڑی پٹڑی سے اتر رہی ہوتی تو اس طرح آپ اپنے اس مبینہ مشن کو (جو کہ روایت پرست ملاؤں اور چالاک ذاکروں کے مطابق احقاق حق اور ابطال باطل تھا) ادھورا چھوڑ کر اسی خلیفہ و امیرالمومنین دشکست حق پرست پر بیعت کے لئے آمادہ وتیار نہ ہوتے۔

آپ کا بیعت کے لئے تیار ہونا۔ دوسری طرف یہ بات بھی واضح کرتا ہے کہ آپ ان کوفی غداروں کے خطوط سے متاثر ہو کر حصول خلافت کے لئے کوفہ جارہے تھے جنہوں نے حضرت علیؓ کے شیعہ ہونے کے حوالے سے آپ کو ہزاروں خطوط (جن میں اکثر جعلی اور فرضی تھے) لکھ کر کوفہ بلایا تھا۔ اور جن میں آپ کو خلیفہ تسلیم کرنے کا اور امداد و نصرت کا وعدہ تھا۔ اور حضرت حسینؓ ان پر اعتماد کرکے عازم کوفہ ہوگئے حالانکہ یہ ایک سازشی جماعت تھی۔ جو گورنر کوفہ صحابی رسولؐ حضرت نعمان بن بشیرؓ کی نرم مزاجی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حبِ اہل بیت (واضح رہے حقیقی اہل بیت رسولؐ ازواج مطہرات ہیں) کے پردے میں مسلمانوں کو پھر پہلے کی طرح جنگ وجدل اور خونریزی میں مبتلا کرنا چاہتی تھی۔ تاکہ ان سے فارس کی تاراجی کا انتقام لیا جاسکے۔ مگر جب بارگاہ خلافت سے حضرت نعمان بن بشیرؓ کی تبدیلی اور بھتیجہ رسولؐ جناب امیر عبیداللہؒ بن زیاد بن ابی سفیانؓ کا گورنر کوفہ کی حیثیت سے تقرر عمل میں آیا۔ تو انہوں نے بغیر کسی خون خرابہ کے چند دنوں میں کوفہ کے حالات کو درست کرلیا۔ سازشی چھپ اپنی بلوں میں گھس گئے۔ اور مسلمؓ بن عقیلؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنے والے اسی ہزار جواں مرد

ہوا کے تنکوں کی طرح بکھر گئے۔ اور بیعت خلافت کر کے خلافت کے بظاہر وفادار بن گئے۔ یاد رہے امیر عبیداللہ بن زیاد اپنے ساتھ کوئی فوج بصرہ سے نہ لائے تھے۔ ادھر حضرت حسینؓ نے جب مسلمؒ کا پیغام ملنے پر واپسی کا ارادہ کیا تو مسلمؒ کے بھائی بھتیجوں نے جو مسلمؒ کے قتل پر جوش انتقام سے مغلوب تھے۔ واپس ہونے سے انکار کر دیا۔ آخر جب حسینؓ کوفہ کے قریب پہنچے اور اصل حالات آپ کو معلوم ہوئے۔ کہ کوفی امیرالمومنین یزیدؒ کی بیعت کر چکے ہیں بلکہ خطوط لکھنے والوں میں سے کئی ایک امیر عمرؒ بن سعد بن ابی وقاصؓ کے فوجی دستہ میں شامل ہیں۔ تو اس موقع پر حضرت حسینؓ نے اپنے حصول خلافت کے مشن کو جسے وہ قتل مسلمؒ کی خبر پر ترک کر چکے تھے۔ دوبارہ ترک کرنے اور امیرالمومنین یزید رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت کرنے پر آمادگی ظاہر کرنے کا اعلان فرمایا۔ یہ حضرت حسینؓ کی پاکیزگی وطہارت کا ایک کھلا ثبوت ہے۔ علاوہ ازیں یہاں پہنچ کر آپ کو مکہ سے کوفہ روانہ ہوتے وقت صحابہؓ کرام کی طرف سے کوفہ نہ جانے کے صائب مشوروں اور اپنی خطائے اجتہادی بتعلق روانگی کوفہ کا بھی احساس ہو چکا تھا۔ اب ان پر واضح ہوا کہ امر خلافت قائم ہو چکا ہے اور پوری ملت اسلامیہ بیعت خلافت کر چکی ہے تو انہوں نے

بھی اجماع امت میں شمولیت کا فیصلہ کر لیا اور اس کا اعلان مذکورہ بالا تینوں شرائط میں کر دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی عین کربلا کے بحوالہ کے دوران ۶۱ھ میں بھی حضرت حسینؓ نے امیر یزیدؒ کی بیعت خلافت پر آمادگی ظاہر کر کے یہ ثابت کر دیا کہ وہ بھی امیر یزیدؒ کو اس وقت نیک و صالح تصور کرتے تھے۔ البتہ یہ دوسری بات ہے۔ کہ حضرت حسینؓ خود کو خلافت کا زیادہ حق دار خیال کرتے تھے۔

برادر حسینؓ محمدؒ بن حنفیہ کی شہادت

حضرت حسینؓ کی الم ناک شہادت کے بعد جب عبداللہؓ بن زبیرؓ کے داعیوں نے مدینہ طیبہ اور مکہ مکرمہ میں شورش بپا کرنے کی کوشش کی تو اس وقت ان کے بعض کارندوں نے امیر یزیدؒ کے متعلق شراب نوشی اور ترک نماز کے جھوٹے الزامات لگائے۔ اور لوگوں کو امیر یزیدؒ کی بیعت توڑنے پر آمادہ کرنے لگے۔ اس وقت بزرگ تابعی حضرت محمدؒ بن حنفیہ برادر حسینؓ اور حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ شیخ صحابہؓ جیسے بزرگوں نے ان الزامات کی تردید کی اور نقض بیعت سے انکار کیا۔ ملاحظہ ہو۔

ولما رجع اهل المدينة من عند يزيد مشى عبد الله

بن مطیع واصحابه الی محمد بن الحنفیة فارادوہ علی خلع یزید فابیٰ علیھم۔ فقال ابن مطیع ان یزید یشرب الخمر ویترک الصلوٰۃ ویتعدیٰ حکم الکتاب فقال لھم! ما رایت منه ما تذکرون۔ وقد حضرته واقمت عندہ۔ فرایته مواظباً علی الصلوٰۃ۔ متحریاً للخیر یسال عن الفقه ملازماً للسنة۔

ترجمہ:۔ جب اہل مدینہ نے امیر یزیدؒ کی بیعت سے علیحدگی اختیار کر لی (سب نے نہیں) تو عبداللہؓ بن مطیع اور ان کے ساتھی محمدؒ بن علیؓ کے پاس آئے اور انہیں امیر یزیدؒ کی نقض بیعت کے لئے کہا۔ تو انہوں (محمدؒ بن علیؓ) نے بیعت توڑنے سے انکار کر دیا۔ عبداللہؓ بن مطیع نے کہا۔ یزیدؒ شراب پیتا ہے۔ نماز ترک کرتا ہے۔ قرآنی احکامات کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ تو محمدؒ بن علیؓ نے عبداللہؓ بن مطیع اور ان کے ساتھیوں سے کہا۔ تم جن باتوں کا ذکر کر رہے ہو۔ وہ میں نے امیر یزیدؒ میں نہیں دیکھی ہیں۔ حالانکہ میں اس کے پاس گیا ہوں اور قیام کیا ہے۔ پس میں نے اسے دیکھا کہ وہ نماز کا پابند ہے۔ بھلائی کے کاموں میں جلدی کرنے والا ہے۔ (اپنے سے زیادہ عالم) لوگوں سے دینی مسائل دریافت کرنے والا ہے۔ اور سنت رسولؐ کو لازم پکڑنے والا ہے۔

(البدایہ والنہایہ، ج، ۸، صفحہ ۲۳۳)

قد کان عبد اللہ عمر بن الخطاب وجماعات اهل بیت النبوة ممن لم ینقض العهد - ولا بایع احداً بعد بیعة لیزید - کما قال الامام احمد - حدثنا اسماعیل بن علیه حدثنی صخر بن جویریة عن نافع - قال لما خلع الناس یزید بن معاویة جمع ابن عمر بنیه و اهله ثم تشهد ثم قال - اما بعد فانا بایعنا هذا الرجل علی بیع اللہ ورسوله وانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقول ان الغادر ینصب له لواء یوم القیامة یقال هذه غدرة فلان - وان من اعظم الغدر * ان یکون الاشراک باللہ ان یبایع الرجل رجلاً علی بیع اللہ ورسوله ثم ینکث بیعته فلا یخلعن احد منکم یزید ولا یسرفن احد منکم فی هذا الامر فیکون الفیصل بینی وبینه -

ترجمہ:- حضرت عبد اللہؓ بن عمرؓ اور اہل بیتؓ نبوی میں سے کسی نے بھی میثاق بیعت کو نہ توڑا - اور نہ ہی یزیدؒ کے بعد کسی اور سے بیعت کی - امام احمد اسمٰعیل بن علیہؒ سے وہ صخر بن جویریہ سے وہ نافعؒ سے بیان کرتے ہیں کہ جب لوگوں نے یزیدؒ بن معاویہؓ کی بیعت توڑ دی - تو عبد اللہؓ بن عمرؓ نے اپنے بیٹوں اور اہل وعیال کو جمع کرکے خدا کی تعریف بیان کی -

اور فرمایا کہ ہم نے اس شخص (یزیدؒ) کے ہاتھ پر اللہ اور اس کے رسولؐ کی بیعت کی ہے۔ اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ قیامت کے دن ہر غدار کے لئے ایک جھنڈا گاڑا جائے گا۔ اور کہا جائے گا کہ یہ فلاں شخص کی غداری کا نشان ہے۔ اور اللہ کے ساتھ شرک کے بعد سب سے بڑا غدار یہ ہے۔ کہ آدمی کسی کے ہاتھ پر بیعت خلافت کا عہد باندھے خدا اور رسول کی بیعت کے طور پر اور پھر اس بیعت کو توڑ دے۔ پس تم سے کوئی بھی یزیدؒ کی بیعت نہ توڑے اور اس معاملہ میں تم میں سے کوئی زیادتی نہ کرے۔ ورنہ میرے اور اس کے درمیان علیحدگی ہو جائے گی۔

(البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۲۳۲)

مذکورہ بالا دونوں حوالہ جات سے یہ بات واضح ہو کر سامنے آتی ہے۔ کہ ۶۳ھ میں (جس کے بعد امیر یزیدؒ صرف چند ماہ اور زندہ رہتے ہیں) بھی وہ نمازی اور سنت رسولؐ کے شیدائی اور صالح انسان تھے۔ اور یہ گواہی خود حضرت حسینؓ کے اپنے گھرانے کے فرد اور ان کے برادر اصغر دے رہے اور حادثہ کربلا کو تین سال ہونے کو آئے ہیں لیکن محمدؒ بن علیؓ برادر حسینؓ نہ تو امیر یزیدؒ کو قتل حسینؓ کا

ذمہ دار ٹھہراتے ہیں۔ نہ ان کے فسق و فجور کی تائید کرتے ہیں نہ ان کے خلاف خروج کرتے ہیں۔ نہ خروج کرنے والوں کا ساتھ دیتے ہیں۔ بلکہ ان کی طرف سے لگائے گئے الزامات کو اپنی چشم دید گواہی سے رد کرتے ہیں۔ اسی طرح حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ شیخ صحابہؓ نہ تو نقض بیعت کرتے ہیں۔ بلکہ بیعت کو خدا اور رسولؐ سے باندھا گیا عہد قرار دے کر اس پر قائم رہتے ہیں۔ اور اپنے اہل و عیال کو واضح کرتے ہیں۔ کہ اگر ان میں سے کسی نے نقض بیعت کیا تو اس سے قطع تعلق کر لیں گے۔ حالانکہ عبداللہؓ بن عمرؓ مقام و مرتبہ کے اعتبار سے حضرت حسینؓ سے بہت بلند و برتر ہیں۔ (کسی بھی صحابی کا مقام و مرتبہ اس کی صحبت نبوی میں گزاری گئی مدت سے کیا جاتا ہے؟)

اب تک کی گفتگو سے یہ بات واضح ہو کر سامنے آچکی ہے کہ امیر یزیدؒ ایک صالح اور متقی انسان تھے میں نے یہ سب گزارشات اور گواہیاں سنین کے حساب سے پیش کی ہے۔ اور یہ سب ان بزرگوں کی گواہیاں جن کو تمام مسلمان ثقہ اور اکابر امت تسلیم کرتے ہیں۔ ان کے مقابلہ میں سبائیوں کی مجہول اور بے سروپا پھیلائی ہوئی غلط باتوں پر اعتماد کرکے امیر

یزیدؒ اور سیدنا معاویہؓ۔ سیدنا مغیرہ بن شعبہ اور دیگر صحابہؓ کرام کی شان میں گستاخی کرنا یا ان کی نیت پر شبہ کرنا کسی صحیح العقیدہ مسلمان کا کام نہیں ہے۔

بہادر نوجوان

امیر یزیدؒ میں شجاعت و بہادری کی صفات بھی بدرجہ اتم موجود تھیں۔ چنانچہ جہاد قسطنطنیہ میں امیر یزیدؒ نے بہادری کے وہ جوہر دکھائے کہ لوگوں نے انہیں بے ساختہ فتی العرب یعنی "عربوں کا بہادر نوجوان" کے خطاب سے نوازا۔ چنانچہ امیر یزیدؒ کے اس خطاب کو پروفیسر حتی نے بھی تسلیم کیا ہے۔

(ص ۲۰۱، ہسٹری آف دی عربس)

اہل قسطنطنیہ کو ڈانٹ

جب حضرت ابوایوب انصاریؓ کی وصیت کے مطابق امیر یزید رحمۃ اللہ علیہ ان کی نعش مبارک کو لے کر قسطنطنیہ کی فصیل تک پہنچے۔ اور وہاں انہیں دفن کیا۔ رومیوں نے قبر کی بے حرمتی کرنے کے بارے میں کچھ کہا۔ تو اس وقت امیر المومنین یزید رحمۃ اللہ علیہ نے رومیوں سے جو بہادرانہ خطاب کیا تھا۔ وہ ایک شیعی مورخ کی زبانی سنئے۔

یا اهل القسطنطنیه هذا رجل من اکابر اصحاب محمد نبینا وقد دفنا حیث ترون وواللہ لئن تعرضتم

لہ لاھدمن کل کنیسۃ فی الارض الاسلام ولایضرب
ناقوس بارض العرب ابداً۔
(ناسخ التواریخ، ج، ۲، ص ۶۶، کتاب دوم)
ترجمہ:۔ اے اہل قسطنطنیہ یہ آدمی ہمارے نبی محمد صلی
اللہ علیہ وسلم کے بزرگ ساتھیوں میں سے ہے۔
جسے ہم نے یہاں دفن کیا ہے۔ جو تم دیکھ رہے ہو۔
اور خدا کی قسم اگر تم نے ان کی قبر کی بے حرمتی کی
تو اسلامی دنیا میں تمہارے ہر گرجا گھر منہدم کر دیا
جائے گا۔ اور پھر عرب کی سرزمین میں کبھی ناقوس
نہیں بجے گا۔

فصاحت وبلاغت

جب حضرت حسن
رضی اللہ عنہ کا
انتقال ہوا۔ اور یہ خبر دمشق پہنچی۔ تو حضرت امیر معاویہؓ
نے حضرت عبداللہ عباسؓ سے تعزیت کی۔ چنانچہ
ان کے بعد امیر یزیدؒ آئے۔ اور انہوں نے حضرت
عبداللہ بن عباس سے ایسی فصیح و بلیغ زبان میں تعزیت
کی کہ انہیں تعجب ہوا۔ اور جب امیر یزیدؒ چلے گئے
تو عبداللہ بن عباس نے فرمایا۔
فلما نھض یزید من عندہ قال ابن عباس اذا
ذھب بنوحرب ذھب علماء الناس۔
ترجمہ:۔ جب یزیدؒ ان کے پاس سے اٹھ گئے تو

حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ نے فرمایا۔ جب بنو حرب (آل ابوسفیانؓ) اٹھ گئے تو لوگوں کے علماء اٹھ جائیں گے۔

(البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۲۲۸)

خطیب و شاعر

امیرالمومنین بہترین خطیب و شاعر تھے۔ فحش گوئی سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ اس سلسلہ میں جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔ ایک شیعہ مصنف کی زبانی۔ ملاحظہ ہو۔

کان یزید بن معاویۃ خطیبا شاعرا۔ وکان اعرابی اللسان بدوی اللھجۃ۔

ترجمہ:۔ یزیدؒ بن معاویہؓ خطیب و شاعر تھے۔ ان کی زبان اعرابی تھی اور لہجہ بدوی تھا۔

(ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۴۸۴)

امور سلطنت میں مہارت

امیر یزیدؒ حلم و کرم اور شعر و شجاعت جیسی صفات جمیلہ کے ساتھ امور سلطنت سے خوب واقفیت رکھتے تھے۔ ملاحظہ ہو۔ حافظ ابن کثیرؒ رقمطراز ہیں۔

وقد کان یزید فیہ خصال محمودۃ من الکرم والحلم والفصاحۃ والشعر والشجاعۃ وحسن الرائے فی الملک وکان ذا جمال حسن المعاشرۃ۔

ترجمہ:۔ اور یزیدؒ کی ذات میں قابل ستائش صفات جمع تھیں۔ وہ حلم وکرم۔ فصاحت وشعرگوئی اور شجاعت بہادری کے ساتھ ساتھ امور سلطنت میں عمدہ رائے رکھتے تھے۔ اور خوب صورت وخوب سیرت تھے۔

(البدایہ والنہایہ، ج، ۸، ص ۲۳۔)

حکمرانی کا تصوّر

امیرالمومنین یزید رحمۃ اللہ علیہ کے پیش نظر سیدنا عمرؓ فاروق امام ثانی کا دور تھا۔ وہ انہیں اپنا آئیڈیل تصور کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہؓ نے اس بارے میں امیر یزیدؒ سے دریافت فرمایا تو اس ہونہار اور لائق فرزند نے جو جواب دیا وہ مشہور مورخ ومعتبر حافظ ابن کثیرؒ کی زبانی سنئے۔

ان معاویۃ قال لیزید۔ کیف تراك فاعلاً ان ولیت۔ قال یمتع اللہ بك یا امیرالمومنین۔ قال لتخبرنی قال۔ کنت واللہ یا ابۃ عاملا فیھم عمل عمر بن الخطاب فقال معاویۃ سبحان اللہ یابنی واللہ لقد جھدت علی سیرۃ عثمان فما اطقتھا فکیف بك وسیرۃ عمر؟

ترجمہ:۔ حضرت معاویہؓ نے یزیدؒ سے کہا۔ اگر میں تمہیں والی بنادوں تو تم کس طرح حکمرانی کروگے۔ یزیدؒ نے کہا۔ اے امیرالمومنین اللہ ہمیں آپ سے نفع پہنچائے

امیر معاویہؓ نے فرمایا۔ تم مجھے بتاؤ۔ اس پر یزیدؒ نے کہا اے اباجان۔ خدا کی قسم میں لوگوں کے ساتھ وہ عمل کروں گا۔ جو عمرؓ بن خطاب نے کیا تھا۔ حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا۔ سبحان اللہ۔ اے بیٹے میں نے سیرۃ عثمان پر چلنے کی کوشش کی مگر میں اس کی پیروی نہ کر سکا۔ پھر تو کس طرح سیرۃ عمرؓ کی پیروی کر سکے گا۔

(البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۲۲۹)

اب تک کی گزارشات سے یہ بات بخوبی واضح ہو چکی ہے کہ امیر یزیدؒ ایک متقی و صالح۔ خوب صورت خوب سیرۃ اور مجاہد و غازی۔ حاجی و امیر الحجاج۔ نمازی و امام الصلوٰۃ۔ فصیح و بلیغ۔ خطیب و شاعر اور امور سلطنت و جہانبانی سے واقف نوجوان تھے۔ جنہیں امیر معاویہؓ نے صحابہؓ کے مشورہ سے پدری شفقت سے بالاتر ہو کر امت کی فلاح و بہبود کی خاطر ایک عظیم الشان ریفرنڈم کے بعد ولیعہد نامزد کیا تھا۔ اور یہ نامزگی نہ نئی تھی۔ اور نہ ہی خلاف اسلام تھی۔ اس کی نظیر ابوبکرؓ و عمرؓ اور علیؓ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے طرز عمل سے ملتی ہے جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔

مسلمانوں کی بڑی تعداد اور علماء کی ایک جماعت دن رات امیر المومنین یزید رحمۃ اللہ علیہ کے فرضی اور

ساختہ فسق و فجور کے افسانے بیان کر کے لوگوں
ی غلط راہ پہ ڈال کر خود گناہ گار ہوتے ہیں۔ اور
ن کو بھی گناہ گار کرتے ہیں۔ کیونکہ اگر کسی شخص
ایسی برائی بیان کی جائے۔ جو اس میں موجود نہ ہو
یان کرنے والے کے سر پر گناہ رہ جاتا ہے۔
ی نے جو کچھ سطور بالا میں پیش کیا ہے وہ نہ
نے پاس سے پیش کیا ہے اور نہ نیا پیش کیا
ے۔ یہ سب کچھ معروف و معتبر کتب اہل سنت
ہل تشیع سے پیش کیا ہے۔ میں علماء حضرات و قارئین
ام سے توقع رکھتا ہوں۔ کہ وہ میرے پیش کردہ
ادمیں کوئی غلطی پائیں تو مجھے اس سے مطلع فرمائیں
ں ان کا تہ دل سے شکر گزار ہوں گا۔ میں اہل علم
اء سے درخواست کروں گا۔ کہ وہ ان باتوں کو
رست پائیں۔ تو روایت پرستی کے خول سے نکل
مصلحت کوشی کو خیر باد کہہ کر قوم کو اصل حقائق
ے آگاہ کریں۔ سبائیت ریڈیو۔ ٹیلیویژن اور روزنام
خبارات کے ذریعے حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے
یں دن رات مصروف ہے۔ انہوں نے بڑی
شیاری سے امیر المومنین یزیدؒ کی ذات کو نشانہ
نا کر اس دور خیر القرون میں موجود صحابہؓ و تابعین
عظام کو مصلحت کوش بزدل ڈرپوک بندۂ سیم و زر

اور باطل پرست ٹھہرایا ہے۔ اور کم علم اہل سنت
اور ان کے روایت پرست علماء بھی ان کی ہاں
میں ہاں ملائے چلے جا رہے ہیں۔ گویا وہ اغیار
کے پھیلائے ہوئے جال میں خود پھنس چکے ہیں سادہ
اگر صحابہؓ کو کھلے بندوں برا بھلا کہتے ہیں۔ تو ہمارے
یہ نادان دوست وہی کام بالواسطہ انجام دے رہے
ہیں۔ کیونکہ یزیدؒ اگر ظالم ہے۔ فاسق و فاجر ہے۔
شرابی و سیاہ کار ہے۔ (نعوذ باللہ من ہذا الخرافات
الواہیہ) تو ان کے ہاتھ پر بیعت ولی عہدی کرنے
والے اور پھر بیعت خلافت کرنے والی ام المومنین
سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا متوفی ۵۶ھ۔ ام المومنین
سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا متوفی ۵۸ھ۔ ام المومنین سیدہ
ام سلمہ رضی اللہ عنہا متوفی ۵۹ھ۔ ام المومنین سیدہ میمونہ
رضی اللہ عنہا متوفی ۶۱ھ۔ سعد بن ابی وقاصؓ متوفی
۵۹ھ۔ سیدنا سعید بن زیدؓ ۵۱ھ۔ اصحاب عشرہ مبشرہ
حضرت جابر بن عبداللہؓ انصاری ۷۸ھ۔ حضرت
سائب بن خلاد انصاری ۷۱ھ۔ حضرت شداد بن اوس
انصاریؓ۔ حضرت ربیعہؓ بن کعبؓ اسلمی ۶۳ھ حضرت
جابر عتیک انصاریؓ ۶۱ھ۔ حضرت ابو اسیدؓ مالک بن
ربیعہ انصاری ۶۰ھ۔ حضرت عمروؓ بن امیہ ۶۱ھ۔
اصحابؓ بدر ان کے علاوہ بارہ اور اصحابؓ بدر

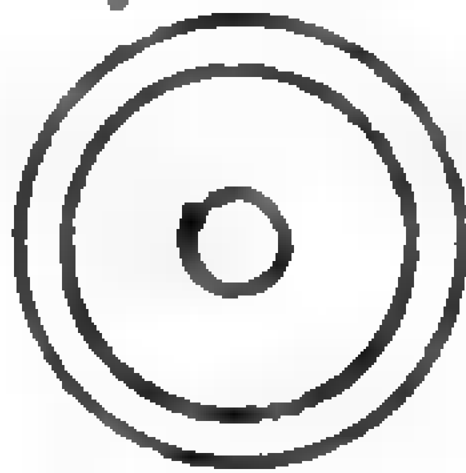
اسی طرح چودہ صحابہؓ بیعت رضوان میں شمولیت حاصل کرنے والے اور دیگر دو صد تینتیس (۲۳۳) اصحاب رسولؐ اسی سبب کے سبب باطل کے طرفدار اور حق سے صرف نظر کرنے والے ٹھہرتے ہیں۔ جبکہ جملہ امہات المومنین۔ اصحاب بدر۔ اصحاب عشرہ مبشرہ و اصحاب بیعت رضوان مقام و مرتبہ میں حضرت حسینؓ سے بدرجہا مقام بلند پر فائز ہیں۔ اور جب ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ کربلا کا حادثہ معرکہ حق و باطل ہے۔ تو گویا ہم یہ کہہ رہے ہوتے ہیں۔ کہ یہ اسلام و کفر کے درمیان لڑائی ہے۔ یا سچ اور جھوٹ کے درمیان لڑائی ہے۔ اس طرح ہم خود اس وقت کی پوری ملت اسلامیہ بشمول مذکورہ بالا اصحابؓ و ازواج رسولؐ کو یا تو کھلم کھلا کفر اور جھوٹ کا حامی کہہ رہے ہوتے ہیں۔ یا پھر اس معرکہ میں انہوں نے جو خاموشی اختیار کر لی تھی اور حضرت حسینؓ کا ساتھ نہ دیا تھا۔ انہیں اس طرح بالواسطہ باطل کا حامی و طرفدار گردانتے ہیں۔ اور یہ دونوں باتیں غلط اور خلاف واقع ہیں۔ نہ حضرات صحابہؓ کرام اور امہات المومنین کی ذوات قدسیہ ایسی تھیں کہ وہ ایسے موقع پر خاموش رہ سکتیں۔ نہ ہی وہ کسی فاسق و فاجر یا نعوذ باللہ غلط کار امیر کی بیعت پر آمادہ و تیار ہوتیں۔

جبکہ شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کے موقع پہ یہ پاکیزہ
ہستیاں میدان میں آچکی تھیں۔
بات صرف اسی قدر ہے کہ رسول اللہ سے قرا
کی بنیاد پر بنو ہاشم کے ذہن یہ خیال پیدا ہوچکا
کہ خلافت پر ان کا استحقاق فائق ہے۔ اور یہ ان
کی اجتہادی خطا تھی۔ اسی خیال و خواہش سے فائدہ
اٹھاتے ہوئے کوفیوں نے آپ کو کوفہ کے بارے
میں غلط اور گمراہ کن صورت حال بنا کر کوفہ آنے
پر آمادہ کر لیا۔ مگر منتظم گورنر کے آ
کے بعد اس حمایت و نصرت کے وعدہ سے پھر
گئے۔ اور جب حضرت حسینؓ کوفہ کے قریب پہنچ کر اصل صورت
حال سے واقف ہوئے تو انہوں نے ایک نیک فطرت
صالح مسلمان کی طرح امیر یزیدؒ کی بیعت کرنے
کے لئے شام جانے کی پیش کش کی۔ جسے
قبول کر لیا گیا۔ مگر آل ابی طالب کے ساتھ آنے
والے ساٹھ کوفیوں نے اور عمرؒ بن سعدؓ کے
دستہ میں موجود درپردہ سازشیوں نے
دیکھا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ بخیر خوبی شام
پہنچ کر سازشیوں کو بے نقاب کر دیں
گے۔ اور وہ اس طرح اپنے جرم کی سزا
پائیں گے۔ تو انہوں نے کوفہ سے چار منز

پرے شام کے راستے پر ایک سازش
کے تحت ہنگامۂ قتال برپا کر دیا۔
اور اس میں حضرت حسین
رضی اللہ عنہ کو شہید
کرنے میں کامیاب
ہو گئے۔

تفصیلات کے لئے دوسری کتاب کا انتظار کیا
جائے۔

وما علینا الا البلاغ۔



مکتبہ: حافظ شبیر احمد سجاد دارالعلوم محمدیہ، اندرون پرانا اڈہ لاریاں شیخوپورہ

نمبر شمار	کتابیات
١	قرآن مجید
٢	بخاری شریف
٣	مسلم شریف
۴	ابو داؤد شریف
۵	مشکوٰۃ شریف
٦	ترمذی شریف
٧	ارشاد الساری
٨	البدایہ والنہایہ
٩	طبری
١٠	طبقات ابن سعد
١١	مروج الذہب
١٢	منہاج السنۃ
١٣	اسد الغابہ فی معرفتہ الصحابہ
١۴	تاریخ اسلام از شاہ معین الدین ندوی
١۵	تہذیب التہذیب
١٦	مقتل الحسین۔ ابی مخنف
١٧	تاریخ مسلمانان عالم از قاری احمد پیلی بھیتی
١٨	ہسٹری آف سیرسینز از جسٹس امیر علی
١٩	تاریخ اسلام والمسلمین از مسعود احمد۔ بی۔ ایس۔ سی

نمبر شمار	کتابیات
۲۰	الانساب والاشراف
۲۱	کتاب الشافی
۲۲	ناسخ التواریخ
۲۳	ہسٹری آف دی عربز
۲۴	ابن ابی الحدید
۲۵	نہج البلاغہ
۲۶	جلاءالعیون
۲۷	خلافت معاویہ ویزید
۲۸	الفاروق
۲۹	جوامع السیرۃ
۳۰	عون المعبود شرح ابو داؤد شریف

اختلافِ اُمّت کا المیّہ

حضرت صدیقی شہید نے ایک حنفی بریلوی گھر میں آنکھ کھولی، اور پھر وہ ایک طویل سفر کے بعد مسلک کتاب و سنت اختیار کیا۔ تو کیوں؟ اس کتاب میں سنجیدہ تقابلی جائزہ پیش کیا گیا۔ قیمت :- ۴۲/- روپیے

حقیقتِ مذہب شیعہ

شیعہ مذہب کیا ہے؟ اس کی ابتداء کیسے ہوئی؟ درجہ بدرجہ اس میں کیا تبدیلیاں آئیں۔ شیعہ فرقہ کے آئمہ کرام کے ساتھ اہلِ تشیع کا کیا سلوک رہا۔ شیعہ کتب کی روشنی میں۔ قیمت :- ۵۰/- روپیے

القول المفتوح

یہ وہ رسالہ ہے جس کی بنا پر حضرت صدیقی شہید پر
جوہر آباد میں مقدمہ قائم ہوا۔ آپ نے اپنے حق میں دلائل دے
کر عدالت سے بریت حاصل کی۔ مگر صرف چند دن بعد شہید
کر دیئے گئے۔ قیمت -/۱۰ روپے

بنات الرسولؐ

صدیقی شہید کی بنات الرسول کے موضوع پر شیعہ علماء۔
مولوی محمد بشیر انصاری آف ٹیکسلا، مولوی محمد اسماعیل مناظر شیعہ
سید ظہیر الحسن کوثر، مولوی مرزا یوسف حسین لکھنوی سے جو
تحریری خط و کتابت ہوئی۔ اور جس نے دنیائے شیعیت
کو لاجواب کر دیا۔ اب بنات الرسول کی شکل میں حاضر ہے۔

قیمت -/۲۰ روپے

مولانا محمد صادق سیالکوٹی کی

شہرہ آفاق تصانیف

۱۔ صلوۃ الرسول
۲۔ جمال مصطفیٰ
۳۔ انوار التوحید
۴۔ ریاض الاخلاق
۵۔ ضرب حدیث
۶۔ سید الکونین
۷۔ قرآنی شخصیتیں
۷۔ حزب الرسول
۸۔ جماعت مصطفیٰ
۹۔ اعجاز حدیث
۱۰۔ قرآنی شمعیں
۱۱۔ اصلاح معاشرت
۱۲۔ مسلمان کا سفر آخرت
۱۳۔ عالم عقبیٰ
۱۴۔ سبیل الرسول
۱۵۔ حج مسنون
۱۶۔ رحمت عالم کی دعائیں
۱۷۔ انوار الزکواۃ
۱۸۔ صد احادیث
۱۹۔ تجلیات رمضان
۲۰۔ سرور عالم کا پیغام آخریں
۲۱۔ شان رب العلمین
۲۲۔ ساقی کوثر
۲۳۔ جماعت مصطفیٰ
۲۴۔ نماز جنازہ
۲۵۔ لبستان الاربعین
۲۶۔ ارشادات شیخ عبد القادر جیلانیؒ
۲۷۔ مقام والدین
۲۸۔ بیاض الاربعین
۲۹۔ قندیل حج
۳۰۔ نماز مقبول مع نورانی نماز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ ولی عہدی

مرتبہ

محمد ادریس ہاشمی ایم۔اے

ناشر

مکتبہ یادگار معاویہ

چوک مدینہ، المدد پاک کالونی، [illegible]ی روڈ، لاہور